Respected Urdu Lover,

Greetings and Welcome,

Our mission is to upload 1,001 Free Urdu Novels by 2010. You can help us by

(1) Composing some pages of the upcoming Novels

(2) Emailing this Novel to your 50 friends.

For more details please visit now: **www.1001Fun.com**

:: Our Special Thanks to ::

www.OneUrdu.com
www.PakStudy.com
www.UrduArticles.com
www.UrduCL.com
www.NayabSoftware.com

اردو پسندوں کو آداب اور خوش آمدید

ہمارا مشن دو ہزار دس **(2010)** تک ایک ہزار ایک **(1,001)** مفت اردو ناول آن لائن کرنے کا ہے۔ آپ اردو سے محبت کے اس مقدس مشن میں ہمارے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں۔ ﴾1﴿ آئندہ ناول کے چند صفحات کی کمپوزنگ کر کے ﴾2﴿ یہ ناول اپنے پچاس **(50)** دوستوں کو ای میل کر کے۔ ﴾2﴿ مزید تفصیلات کے لیے ابھی وزٹ کیجیے۔

wwww.1001Fun.com

مہکتے محافظ

از

ابن صفی

ناول کا آغاز

وہ خان ولا کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ لیکن برآمدے کی طرف بڑھ ہی رہی تھی کہ اندر سے کئی لوگوں کے بولنے کی آوازیں آئیں اور وہ بڑی پھرتی سے ایک درخت کے تنے کی اوٹ میں ہوگئی۔ کچھ لوگ اندر سے برآمدے میں آئے تھے۔ برآمدہ پوری طرح روشن تھا۔ اس نے انہی لوگوں میں خان ضرغام کو بھی دیکھا۔ وہ ان لوگوں سے کہہ رہا تھا۔

تم گاڑیوں میں بیٹھو۔۔۔۔میں آرہا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

عامرہ نے کمپاؤنڈ کے باہر دو گاڑیاں کھڑی دیکھی تھیں۔ جب وہ لوگ کمپاؤنڈ سے نکل گئے تو وہ آگے بڑھی۔ خان ضرغام دوبارہ اندر جا چکا تھا۔ عامرہ نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوگئی۔

خان ضرغام نشست کے کمرے میں ملا۔ فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔ لیکن عامرہ پر نظر پڑتے ہی ڈائیل پر سے انگلی ہٹالی۔۔۔۔اور حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتا رہا۔

تم کہیں نہیں جاؤ گے۔ عامرہ نے سرگوشی کی۔

لل۔۔۔لیکن تم۔۔۔۔۔۔؟

میں یہ رات تمہارے ساتھ بسر کرنا چاہتی ہوں۔

خان ضرغام کے ہاتھ سے فون کا ریسیور چھوٹ گیا۔۔۔۔بوکھلائے ہوئے انداز میں ریسیور اٹھا کر کریڈل پر رکھا تھا۔۔۔

وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور اس کے قریب جا کھڑی ہوئی۔۔۔۔۔

خان ضرغام کے ہونٹ ہلے تھے لیکن آواز نہیں نکلی تھی۔۔۔ عامرہ نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔۔۔۔۔

تم کہیں نہیں جاؤ گے۔

مم۔۔۔۔میری سمجھ میں۔۔۔۔۔نہیں آتا۔۔۔۔۔

یہی بہتر ہے، میں بھی اب کچھ نہیں سمجھنا چاہتی۔ برداشت کی بھی حد ہوتی ہے۔

آخر تم کہنا کیا چاہتی ہو؟۔

کیا تم نہیں جانتے۔۔۔۔۔۔؟ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

مم۔۔۔میں بابا کے کام سے باہر جا رہا ہوں۔۔۔۔۔۔

کہہ دو کہ تم اچانک بیمار ہو گئے ہو۔۔۔۔نہیں جا سکتے۔ وہ فون کی طرف انگلی اٹھا کر بولی۔

لل۔۔۔لیکن۔۔۔۔کیوں؟۔

بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔

اگر انہیں میرے جھوٹ کا علم ہو گیا تو۔۔۔۔۔۔؟

نہیں ہو سکے گا۔ اس کی ذمہ داری میں لیتی ہوں۔

لیکن کچھ لوگ باہر میرے منتظر ہیں؟۔

ان سے کہہ آو کہ وہی کام وہ انجام دے لیں۔ اچانک تمہاری طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ تم ان کا ساتھ نہیں دے سکو گے۔

بڑی دشواری میں ڈال دیا تم نے۔۔۔۔ نہ تمہارا کہنا ٹال سکتا ہوں۔۔۔۔ اور نہ۔۔۔۔

بس۔ وہ ہاتھ اٹھا کر سخت لہجے میں بولی۔ تم وہی کرو گے جو میں کہہ رہی ہوں۔۔۔۔۔ ریسیور اٹھاو اور بابا کو مطلع کرو کہ تم نہیں جا سکتے۔۔

وہ دم بخود کھڑا رہا۔۔۔۔ عامرہ نے ریسیور اٹھایا۔ نمبر ڈائیل کئے اور ریسیور کو ضرغام کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ چلو جلدی کرو۔

وہ لرزتے ہوئے ہاتھوں میں ریسیور لے کر ماوتھ پیس میں بولا۔ میں ضرغام ہوں جناب۔۔۔۔ جی ہاں۔۔۔۔ اچانک۔۔۔ میری طبیعت خراب ہو گئی ہے۔۔۔ جی۔۔۔ پیٹ میں اینٹھن۔۔۔۔ جی ہاں تیمور موجود ہے۔ اس نے اپنے آدمیوں کو بلوایا ہے۔۔۔۔ جی بہت بہتر۔۔۔ بہتر۔۔۔۔ میں اس تک آپ کا حکم پہنچائے دیتا ہوں۔۔۔۔۔

ریسیور کریڈل پر رکھ کر اس نے طویل سانس لی اور عامرہ کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔۔۔۔

تمہاری بات رہ گئی۔۔۔۔ اس نے کھوکھلے لہجے میں کہا۔ اب صرف تیمور ہی جائے گا۔۔۔ میں اس سے کہہ کر آتا ہوں۔

ضرغام باہر چلا گیا اور عامرہ کمرے میں ٹہلتی رہی۔ نہ اس کی آنکھوں کی ویرانی کم ہوئی تھی اور نہ چہرے پر کسی قسم کی ہیجان کے آثار ہی پائے جاتے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ضرغام واپس آ گیا۔ اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔ آنکھوں کی چمک عود کر آئی تھی۔

مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے خواب دیکھ رہا ہوں۔ اس نے عامرہ کو بھوکی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

تم خواب نہیں دیکھ رہے۔ میں اپنی زندگی کی یکسانیت سے تنگ آ گئی ہوں۔۔۔۔ شیری کی کاک ٹیل کیسے رہی گی؟۔

جو تم پسند کرو۔ چلو بار میں بیٹھیں گے۔

بار میں نہیں بیٹھیں گے۔ عامرہ بولی۔ تم خواب گاہ میں چلو۔۔۔۔ میں کاک ٹیل بنا کر وہیں لے آوں گی۔

میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

میں اندھی تو نہیں ہوں۔ جذبات سے عاری بھی نہ سمجھو۔ بہت کچھ تمہاری آنکھوں میں پڑھتی رہی ہوں۔

تب تو پھر مجھے اپنے مقدر پر ناز کرنا چاہئے۔

باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔۔۔۔ جاو۔۔۔۔۔

وہ چلا گیا اور عامرہ اس کمرے میں آئی جہاں بار تھی۔ اس نے کاک ٹیل کے دو گلاس تیار کئے اور انہیں ہاتھوں میں لیے ہوئے خواب گاہ میں پہنچ گئی ۔۔۔۔۔۔

ارے بس دو ہی گلاس۔ میں تو سمجھا تھا جگ میں بناوگی؟ ۔ ضرغام نے کہا۔

اس کے نشے میں ڈوب جانے کے بعد میں خود کو محسوس نہ کر سکوں گی۔

ضرغام نے اس سے گلاس لے کر ایک گھونٹ لیا اور منہ چلایا۔ فائین ۔۔۔۔۔ اب یہ بتاو کہ تمہیں مجھ پر رحم کیسے آ گیا۔۔۔؟

دراصل اس پتھریلے ماحول سے فرار کا ذریعہ صرف تمہی ہو سکتے تھے۔

تو۔۔ کیا۔۔۔ تم۔۔۔۔؟

بس اب کچھ نہیں۔ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ اس موضوع پر گفتگو نہیں ہوگی۔

عامرہ نے دیکھتے ہی دیکھتے اپنا گلاس خالی کر کے میز پر رکھ دیا تھا اور ضرغام کو اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے اس سے بھی یہی چاہتی ہو۔۔۔ پھر جیسے ہی ضرغام نے اپنا گلاس میز پر رکھا تھا۔ عامرہ نے خواب گاہ کی روشنی بجھا دی تھی۔

ضرغام کی حیرت زدہ سی آواز اندھیرے میں گونج کر رہ گئی۔

☆

غزالہ پر جو گزری تھی۔ عام حالات میں اس کا تصور تک نہ کر سکتی۔ عمران سے بچھڑنے کے بعد وہ اپنی تقدیر پر شاکر ہو گئی تھی۔ لیکن یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ اس تہہ خانے میں اس کا دم نہ گھٹنے لگتا۔ اسے تو پتہ ہی نہیں چل سکا تھا کہ اس نئے تہہ خانے تک کیوں کر پہنچی تھی۔ عمران نے اسے تاریک کمرے میں بند کر دیا تھا۔ اور وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس کمرے میں تنہا ہے۔ اس لیے تاریکی الجھن کا باعث نہیں بنی تھی۔ لیکن اچانک جب کسی نے اسے دبوچ کر اس کا منہ بھینچ لیا تو وہ دہشت کے مارے بے ہوش ہو گئی تھی۔ اور اس بے ہوشی کے دوران میں اس پر کیا گزری تھی۔ اس کا علم ہوش میں آنے کے بعد بھی نہ ہو سکا۔ کیونکہ اس کے بعد اس نے خود کو تنہا پایا تھا۔ لیکن یہ وہ کمرہ تو نہیں تھا جس میں بے ہوش ہوئی تھی۔ سرے سے کمرہ ہی نہیں تھا۔ کیونکہ نہ اس میں کوئی کھڑکی نظر آ رہی تھی اور نہ دروازہ۔۔۔۔۔ تو ایک بار پھر اسے کسی تہہ خانے سے دوچار ہونا پڑا تھا۔۔۔ پھر وہ ڈھمپ کے بارے میں سوچنے لگی تھی۔ پتہ نہیں اس پر کیا گزری ہوگی۔۔۔ یکا یک اسے اس پر غصہ آ گیا۔۔۔ یہ بپتا اسی لیے پڑی تھی کہ اس نے اس کا کہنا نہیں مانا تھا۔ وہ دروازہ کھولنے کی مخالفت ہی کرتی رہ گئی تھی۔ اور اس پر ذرہ برابر بھی اثر نہیں ہوا تھا۔ اس نے اسے کمرے میں بند کر کے بیرونی دروازہ کھولا تھا اور کسی بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گیا تھا۔۔۔ لیکن خود اس پر ہونے والا حملہ تو اتنی جلدی ہوا تھا کہ وہ اس وقت تک بیرونی دروازے تک بھی نہ پہنچ سکا ہوگا۔ اس کا یہی مطلب ہو سکتا تھا کہ بیرونی دروازہ کھلنے سے قبل ہی عمارت

کے اندران دونوں کے علاوہ بھی کوئی اور موجود تھا۔ اسی کمرے میں جہاں عمران نے اسے بند کیا تھا۔ مگر وہ آدمی عمارت میں کیسے داخل ہوسکا ہوگا جبکہ بیرونی دروازہ ایک پل کے لیے بھی نہیں کھولا گیا تھا۔ خدا جانے ان لوگوں نے ڈھمپ کو زندہ بھی چھوڑا ہوگا یا فوری طور پر ختم کر دیا ہوگا۔۔۔ اس کے لیے اس کا دل کڑھنے لگا۔ ذرا دیر پہلے آنے والا غصہ یکسر کافور ہوگیا۔

لیکن آخر یہ سب کیا تھا۔ وہ اپنے باپ کو ایک سیدھا سادہ تاجر سمجھتی تھی کسی غیر قانونی مصروفیت کا خیال بھی محض اس لیے آیا تھا کہ شہر کے بعض بدنام تاجروں سے اس کے تعلقات تھے۔۔۔ لیکن تجارتی رابطے تو بہر حال رکھنے پڑتے ہیں۔ اسمگلروں کے دکھاوے والے کاروبار سے تو سبھی کا سابقہ پڑتا ہے۔ وہ یہی سمجھتی تھی کہ ان سے اس کے وہ تعلقات محض سطحی ہیں۔ لیکن اپنے بنگلے والے تہہ خانے کا راز منکشف ہوتے ہی اسے پوری طرح یقین آ گیا تھا کہ اس کا باپ حقیقتاً کسی غیر قانونی حرکت کا ارتکاب کر رہا ہے۔۔۔

وہ گھنٹوں ایسے ہی حالات میں الجھی رہی تھی۔۔۔ یہاں اس تہہ خانے میں اتنی گھٹن تھی کہ اگر وہ اپنے ذہن کو دوسرے معاملات میں نہ الجھائے رکھتی تو سچ مچ دم گھٹ جاتا۔۔۔ کئی گھنٹوں کے بعد اچانک ایسا لگا تھا جیسے چھت پر ضربیں لگائی جا رہی ہوں۔ وہ اس جگہ سے ہٹ کر دوسرے گوشے میں جا کھڑی ہوئی۔۔۔۔

اور پھر اس نے دیکھا تھا کہ اسی جگہ سے جہاں ضربیں پڑ رہی تھیں کوئی چیز آہستہ آہستہ نیچے آ رہی ہے۔۔۔ اوہ۔۔۔ وہ تو لوہے کی سیڑھیاں تھیں۔ فرش پر رکتے ہی ایک آدمی نیچے

اترتا دکھائی دیا۔ اس کی شکل صاف نہیں نظر آ رہی تھی۔

غزالہ بیٹی۔ کیا تم یہاں ہو۔۔۔؟ اس نے اسی کی آواز سنی۔

کک۔۔۔ کون ہے؟۔ وہ خوفزدہ سی آواز میں بولی۔

انکل تیمور۔

وہ سناٹے میں آ گئی۔ اس کے باپ کے دوستوں میں سے تھا تیمور۔۔۔۔

پھر شاید آنے والی کی آنکھیں اندھیرے کی عادی ہوگئی تھیں۔ اس نے غزالہ کو دیکھ لیا تھا۔ سیدھا اسی کی طرف آیا۔

خدا تم پر رحم کرے میری بچی۔ وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر گلوگیر آواز میں بولا۔ اور وہ سچ مچ کسی ننھی سی بچی کی طرح رونے لگی۔ یہ بھی نہ سوچ سکی کہ وہ یہاں تک پہنچا کس طرح ہوگا۔۔۔۔

بہر حال تہہ خانے سے نکلی تھی تو خود کو اسی عمارت میں پایا جہاں اس نے اور عمران نے دن گزارا تھا۔

یہ سب کیا ہو رہا ہے انکل؟۔ وہ بے بسی سے بولی تھی۔

خدا ہی جانے۔۔۔ ہمارے تو فرشتوں کو بھی علم نہ ہوسکا۔ اگر بابا کی رہنمائی شامل حال نہ ہوتی۔۔۔۔

بابا کے نام پر وہ سناٹے میں آ گئی تھی۔ اور سختی سے ہونٹ بھینچ لیے تھے کہ کہیں کوئی بات

زبان سے نکل ہی نہ جائے۔ اسے ڈھمپ کی باتیں یاد آ گئی تھیں۔

لیکن وہ کہاں ہے جس کے بارے میں تمہارے باپ نے پولیس کو بتایا تھا؟۔ تیمور نے سوال کیا۔

میں نہیں جانتی۔ اس نے کہا اور اپنی روداد دہرانے لگی۔

خدا ہی جانے کیا چکر ہے؟۔

ڈیڈی کہاں ہیں؟۔

یہ ابھی نہ پوچھو میری بچی۔

کک۔۔۔۔ کیوں۔۔۔۔؟

میں کچھ بھی نہیں جانتا۔۔۔ اس کے بارے میں تمہیں خان ضرغام ہی بتائیں گے۔ میں تمہیں پہلے خان ولا ہی لے جاؤں گا۔

لیکن بابا نے کیسے رہنمائی کی تھی۔۔۔۔۔؟

یہ سب کچھ ضرغام ہی سے معلوم ہو سکے گا۔ کیونکہ اسی نے یہاں کا پتا دیکر مجھے بھیجا تھا۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ بابا نے اس کے لیے مراقبہ کیا تھا۔ وہ خود بھی آ رہا تھا لیکن چلتے وقت اس کی طبیعت خراب ہو گئی۔۔۔۔

میں نے ڈیڈی کے بارے میں پوچھا تھا۔۔۔۔؟

ان کے بارے میں بھی ضرغام ہی بتائے گا۔

وہ خیریت سے تو ہیں ناں۔۔۔۔؟

میں کچھ نہیں جانتا بے بی۔۔۔۔ مجھ سے ضرغام نے جو کچھ کہا تھا۔ میں تم سے کہہ رہا ہوں۔

ضرور کوئی بات ہے آپ چھپا رہے ہیں؟۔

تیمور کچھ نہ بولا۔ وہ بار بار پوچھتی رہی آخر وہ جھنجھلا کر بولا۔ خان ولا پہنچنے تک صبر کرو۔

وہ عمارت سے باہر آئے تھے۔ یہاں دو گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ ایک گاڑی میں تیمور کے ساتھی بیٹھے تھے۔ اور دوسری میں یہ دونوں۔ تیمور خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا اور غزالہ اس کے ساتھ ہی اگلی سیٹ پر بیٹھی تھی اور پچھلی سیٹ پر ایک بندوق بردار بیٹھا تھا۔

سچ مچ یہ عمارت کسی جنگل میں واقع تھی۔ قریباً آدھے گھنٹے تک جنگل ہی میں چکراتے رہنے کے بعد گاڑیاں پختہ سڑک پر آئی تھیں۔

پھر دو گھنٹے شاہ دارا تک پہنچنے میں صرف ہوئے تھے۔ گاڑیاں سیدھی خان ولا کی طرف چلی گئی تھیں۔۔۔۔

غزالہ اور تیمور کمپاؤنڈ کے پھاٹک پر اتر گئے۔ پھاٹک کھلا ہوا ہی ملا۔ پھر وہ گاڑی وہاں سے چلی گئی تھی جس میں تیمور کے ساتھی تھے۔

خدا کرے وہ مجھے کوئی بری خبر نہ سنائیں۔ غزالہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

پھر انہوں نے خاموشی سے کمپاؤنڈ طے کی تھی۔ برآمدے میں پہنچے۔ صدر دروازہ مقفل

نہیں تھا۔ وہ اندر داخل ہوئے۔ سارے کمرے روشن نظر آ رہے تھے۔ تیمور خان ضرغام کو آواز دیتا پھر رہا تھا۔ اور غزالہ کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ عجیب سا خوف اس کے ذہن پر مسلط تھا۔ ساری تیزی اور طراری رخصت ہوگئی تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے گردن میں پڑی ہوئی زنجیر کا دوسرا سرا کسی اور کے ہاتھ میں ہو اور وہ غیر ارادی طور پر گھسٹتی پھر رہی ہو۔ تیمور بالآ خر خواب گاہ کے سامنے آ رکا تھا۔

پہلے آوازیں دیں اور پھر ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا۔ یہاں بھی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

خان ضرغام بستر پر چت پڑا ہوا نظر آیا۔ چہرے پر کرب کے آثار منجمد ہوگئے تھے۔

تیمور نے پھر اسے آوازیں دی تھیں۔ لیکن اس نے جنبش بھی نہ کی۔ غزالہ کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔ وہ خوف زدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔

تیمور اسے جھنجھوڑ کر جگانے کے لیے آگے بڑھا۔ اور پھر چیخ مار کر پیچھے ہٹ آیا۔

کک۔۔۔ کیا ہے؟ غزالہ اس کے بازو سے چمٹی ہوئی ہکلائی۔

وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ مر گیا ہے۔

نن۔۔۔ نہیں۔۔۔

یقین کرو۔ وہ زندہ نہیں ہے۔ میرے خدا۔۔۔ یہ کیا ہو گیا۔۔۔۔ کہتا ہوا وہ پھر آگے بڑھا۔ سائیڈ ٹیبل پر ایک گلاس رکھا ہوا تھا۔ جس میں تھوڑی سی شراب باقی تھی۔۔۔۔ اور گلاس کے قریب ہی ایک لفافہ نظر آیا۔ جس پر بڑے بڑے حروف میں غزالہ کا نام لکھا ہوا

تھا۔

تیمور اس کی طرف مڑ کر بولا۔ قریب آ و۔

کک۔۔۔ کیوں۔۔۔؟

تمہارے نام ایک خط ہے۔۔۔۔۔ شائد مرنے سے قبل۔۔۔۔۔۔ غزالہ غیر ارادی طور پر آگے بڑھ آئی۔ تیمور نے لفافہ اٹھا کر اسے تھما دیا۔

لفافہ چاک کر اس نے خط نکالا اور اس کی تہہ کھول ہی رہی تھی کہ تیمور اس کا بازو پکڑ کر بولا۔ یہاں سے چلو۔۔۔۔ میرا دم گھٹ رہا ہے۔

وہ خواب گاہ سے نکل کر دوسرے کمرے میں آئے۔ غزالہ خط پڑھنے لگی۔

زہر پینے سے قبل میں یہ خط لکھ رہا ہوں۔۔۔ جو کچھ میں نے کیا ہے۔ اس کے بعد زندہ رہ کر کیا کروں گا۔ جیلانی میرا بہترین دوست تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں اس نے ایک سرکاری آدمی سے ساز باز کر لی۔۔۔۔۔۔۔ نہ تم دونوں تہہ خانے تک پہنچتے اور نہ یہ سب کچھ ہوتا۔۔۔۔۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میں اور جیلانی چرس کے ایکسٹریکٹ کا کاروبار کرتے تھے۔ اس کے لیے تمہارے بنگلے والے تہہ خانے میں ہم نے مشینیں لگا رکھی تھیں۔ تم دونوں میرے ہی قیدی تھے۔۔۔۔۔ میں اس آدمی کے بارے میں چھان بین کرنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ فرار ہو گیا۔ تہہ خانے کے راز سے واقف ہو گیا تھا اس لیے میں نے تمہارے بنگلے کو اتنی جلدی میں ڈائنا مائیٹ کرایا کہ تمہارے باپ کو وہاں سے نکل آنے کی مہلت نہ مل سکی۔ یہ بعد میں

معلوم ہوا کہ وہ اندر ہی تھا۔۔۔ میں سمجھا تھا شاید بنگلہ بالکل خالی ہے۔۔۔۔ بہر حال اب میں خودکشی کر رہا ہوں۔ اگر جیلانی نادانستگی میں نہ مارا گیا ہوتا تو اس کی نوبت نہ آتی۔ لیکن اب میں اپنے ضمیر پر یہ بوجھ لیکر کیسے زندہ رہ سکتا ہوں۔۔۔۔

کیا یہ سچ ہے۔۔۔۔؟ غزالہ تیمور کی طرف مڑ کر چیخی۔

کیا لکھا ہے۔۔۔۔؟

کیا ڈیڈی زندہ نہیں ہیں۔۔۔؟

تیمور نے آگے بڑھ کر خط اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ اور بوکھلائے ہوئے انداز میں اسے پڑھنے لگا۔ اس کی سراسیمگی بڑھتی جا رہی تھی۔ غزالہ پھٹی پھٹی سی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی۔ خود اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے دماغ شل ہو کر رہ گیا ہو۔

میں چرس ورس اور اس سارے معاملے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ بالآخر تیمور کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔

کیا یہ سچ ہے کہ ڈیڈی زندہ نہیں ہیں؟۔

ہاں۔ میں خود تمہیں نہیں بتانا چاہتا تھا اور یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ یہ خود ضرغام ہی کی حرکت تھی۔ ایک زوردار دھماکہ پورے شہر میں گونجا تھا اور تمہارا بنگلہ ڈھیر ہو گیا تھا۔۔۔۔ خدا جانے یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ میں تو جا رہا ہوں یہاں سے۔۔۔۔ ورنہ پولیس کے چکر میں کون پڑے گا۔ تم جانو اور ضرغام۔

ٹھہریئے۔ وہ سخت لہجے میں بولی۔ آپ نے اس بابا کا نام لیا تھا؟۔

ضرغام نے یہی کہا تھا۔ میں کسی بابا وابا کو نہیں جانتا۔۔۔ میں جا رہا ہو۔

تیمور دروازے کی طرف مڑا تھا اور پھر اچھل کر کمرے کے وسط میں آ گرا تھا۔ غزالہ بوکھلا کر دور ہٹتی چلی گئی اور پھر اس کے حلق سے ایک بے ساختہ قسم کی چیخ نکلی تھی کیونکہ تیمور کی پیشانی سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔

یقیناً گولی لگی تھی لیکن اس نے گولی چلنے کی آواز نہیں سنی تھی۔ فوراً ہی سائیلنسر لگے ہوئے پستول کا خیال آیا۔ اور وہ جہاں تھی وہیں سمٹی کھڑی رہ گئی۔

کیا اب وہ خود بھی نشانہ بننے والی ہے۔ ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ سارے جسم سے پھوٹتا رہا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جہاں کھڑی ہے وہاں سے ہل بھی نہ سکے گی۔

تیمور ساکت ہو گیا تھا۔ آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتی رہی۔ پھر کچھ دیر بعد اسے احساس ہوا تھا کہ وہ کن حالات میں گھر کر رہ گئی ہے۔ اسے بھی اب یہاں نہ ٹھہرنا چاہیئے۔ فرش سے ضرغام کا خط اٹھایا اور اس کمرے سے نکل آئی۔ لیکن سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے۔ اور کہاں جائے۔ پھر خیال آیا کیوں نہ اس خط سمیت پولیس اسٹیشن پہنچ جائے اور اپنی روداد سنا دے۔ اگر ڈھمپ سچ مچ سرکاری آدمی تھا۔ تو اسے اپنے بیان کی صداقت منوا لینے میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔

وہ آگے بڑھتی رہی۔ صدر دروازے کی طرف جا رہی تھی۔ راہداری میں اس نے سیاہ

رنگ کا ایک پستول دیکھا جس کی نال پر سائیلنسر لگا ہوا تھا۔ وہ غیر ارادی طور پر اسے اٹھانے کے لیئے جھکی ہی تھی کہ عقب سے آواز آئی۔

اسے ہاتھ مت لگانا۔

وہ اچھل پڑی۔۔۔ بولنے والا قریب پہنچ چکا تھا۔ تیزی سے اس کی طرف مڑی۔ عجیب شکل کا آدمی تھا۔ بڑے بڑے دانت۔۔۔۔ چھپر کی طرح نچلے ہونٹ پر چھائے تھے۔

آلہ قتل پر آپ کے انگلیوں کے نشانات پڑ جائیں گے۔ جبکہ آپ نے قتل نہیں کیا۔

آپ کون ہیں؟۔

خاموشی سے نکل چلیئے۔

آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟۔

آپ کی حفاظت۔۔۔ جلدی کیجئے۔۔۔ اگر پولیس آ کر پہنچی تو اپ اپنی بے گناہی ثابت نہیں کر سکیں گی۔

چلو۔۔۔ اب میں کسی سے نہیں ڈرتی۔۔۔ مجھے اس کی بھی پرواہ نہیں ہے کہ تم کون ہو۔ اور مجھے کہاں لے جاوگے؟۔

میں دشمن نہیں ہوں۔۔۔ مطمئن رہیئے گا۔

وہ کمپاونڈ میں پہنچے تھے۔ اور اس آدمی نے کہا تھا۔ تھوڑی دیر میں صبح ہو جائے گی۔۔۔

تو پھر۔۔۔۔؟ وہ چلتے چلتے رک کر بولی۔

اس سے پہلے آپ کو کسی محفوظ مقام پر پہنچ جانا چاہئے؟۔

اگر تم میرے ہمدرد ہو تو مجھے پولیس اسٹیشن لے چلو۔۔۔

وہ کس لیے؟۔

خان ولا میں ایک آدمی نے خودکشی کر لی ہے اور دوسرا مارا گیا ہے۔

انہیں جہنم میں جھونکیئے۔۔۔ اپنی فکر کیجئے۔۔۔ اجنبی نے کہا۔ وہ کمپاونڈ سے باہر آ گئے تھے۔

آپکو کیسے معلوم ہوا کہ دوسرے آدمی نے خودکشی کی تھی؟۔ اجنبی نے سوال کیا۔

اس کا خط ہے میرے پاس۔

اوہ۔ تو اسی لیے آپ پولیس اسٹیشن جانا چاہتی ہیں؟۔

لیکن تم میرے ساتھ نہیں جانا چاہتے؟۔

کوئی ایسی بات نہ کہہ دیجئے گا کہ مجھے آپکا گلا ہی دبا دینا پڑے۔

مجھے اب کسی کی بھی پرواہ نہیں۔۔۔

تو آپ جانتی ہیں کہ آپ پر کیا گزر چکی ہے۔

تم آخر کون ہو؟۔

اگر دوسرے آدمی کا قاتل نہیں ہوں تو آپ کا ہمدرد ہی ہوں گا۔

تمہارے علاوہ تو اور کوئی بھی نہیں تھا اندر؟۔

میرے پہنچنے سے قبل ضرور تھا کوئی۔

تم بتاتے کیوں نہیں کہ کون ہو۔۔۔۔۔؟

بتاؤں گا۔۔۔ کیا آپ سائیکل کے ڈنڈے پر بیٹھ سکیں گی۔ کیونکہ اس پر کیریئر نہیں ہے؟۔

یہاں اندھیرا تھا اور وہ اس کی شکل نہیں دیکھ سکتی تھی۔ لیکن اس بار اس کی آواز کچھ بدلی ہوئی سی محسوس ہوئی تھی۔

آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا؟۔

ہاں۔۔۔ میں بیٹھ سکوں گی۔۔۔ کہاں ہے سائیکل؟۔

چلیئے۔۔۔ کچھ دور پیدل چلنا پڑے گا۔

ابھی تمہاری آواز مجھے کچھ جانی پہچانی سی لگی تھی؟۔

دانتوں کی وجہ سے کسی مرحلے پر چوک ہوگئی ہوگی۔

کیا مطلب۔۔۔۔؟ وہ چلتے چلتے رک گئی۔

دانت مصنوعی ہیں۔ اور بھاگ دوڑ میں کسی قدر ڈھیلے بھی پڑ گئے ہیں۔ لیجئے اب انہیں نکال دیتا ہوں۔ اس نے کہا لیکن دانت نہیں نکالے۔

تت۔۔۔ تم۔۔۔؟

نام لینے کی ضرورت نہیں۔ اس نے کہا تھا اور اس بار اس نے اس کی آواز پہچان لی تھی۔

خدایا۔۔۔۔ غزالہ کے قدم لڑکھڑانے لگے۔

دیکھئے۔۔۔ خود کو سنبھالیئے۔۔۔۔ اسی لیے میں اپنی جگہ پہنچے بغیر خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

لیکن غزالہ پھوٹ پڑی تھی۔ بلبلا کر روئی تھی۔۔۔۔ وہ خاموش کھڑا رہا۔ ویسے غزالہ خود پر قابو پانے کی کوشش بھی کر رہی تھی۔۔۔ لیکن ہچکیاں تھیں کہ رکنے کا نام ہی نہیں لیتی تھیں۔۔۔۔۔

وہ اس کی طرف سے توجہ ہٹا کر ادھر ادھر اندھیرے میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔ کسی شکاری کتے کی طرح چوکنا تھا۔

چلو۔ غزالہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ میں بہت تھک گئی ہوں اس طرح سو جانا چاہتی ہوں کہ پھر کبھی جاگنا نہ پڑے۔

کچھ دور چلنے کے بعد وہ ایک جگہ رکا تھا۔ اور زمین پر پڑی ہوئی سائیکل اٹھائی تھی۔

تم مجھے وہاں چھوڑ کر نکل بھاگے تھے۔ وہ ہینڈل پر زور دیکر سائیکل پر بیٹھتی ہوئی بولی۔

ابھی کچھ نہ کہیئے۔ اپنی مرضی سے آپ کو تنہا نہیں چھوڑا تھا۔

وہ سیٹ پر بیٹھ گیا اور سائیکل چل پڑی۔ بڑی تیزی سے پیڈلنگ شروع کی تھی۔

آخر جانا کہاں ہے؟۔ غزالہ نے کہا۔

زیادہ دور نہیں۔

کیا ڈیڈی کی لاش مل گئی ہے؟۔

جی نہیں۔ ملبہ ہٹانا آسان کام نہیں ہے۔ کم از کم دو تین دن لگیں گے۔

ہوسکتا ہے۔۔۔ ڈیڈی اس وقت بنگلے میں نہ رہے ہوں؟۔

وہ کچھ نہ بولا۔ یکساں رفتار سے پیڈلنگ کیئے جا رہا تھا۔ اور غزالہ پر بے حسی سی طاری ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے بھی اس طرح خاموشی اختیار کر لی جیسے اس کا اٹھایا ہوا سوال سرے سے لایعنی رہا ہو۔

تھوڑی دیر بعد اس نے بریک لگا کر دونوں پیر زمین پر ٹکا دیئے اور غزالہ سے اترنے کو کہا۔

قریب ہی ایک چھوٹی سی عمارت نظر آئی جو تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔

غزالہ سائیکل سے اتری تھی لیکن وہ اسی طرح سیٹ پر بیٹھا رہا تھا۔

ذرا دیکھئے۔ کوئی ہمارے تعاقب میں تو نہیں ہے؟۔ اس نے غزالہ سے کہا۔

مجھے تو کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ پتہ نہیں کہاں لے آئے ہو۔۔۔۔۔۔؟ کتنی تاریکی ہے۔

آیئے۔ وہ سائیکل سے اتر کر عمارت کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

اندر پہنچ کر اس نے ماچس جلائی تھی اور ایک کیروسین لیمپ روشن کر دیا تھا۔ کمرے میں ایک چارپائی پڑی تھی۔ اور تین عدد سالخوردہ کرسیاں نظر آ رہی تھیں۔

بیٹھ جائیے۔ وہ اس کے لیے ایک کرسی کھسکاتا ہوا بولا۔

اب اتنے احترام سے پیش نہ آو۔ وہ گلوگیر آواز میں بولی۔

آپ ہر حال میں قابل احترام رہیں گی۔ کیونکہ آپ کو غیر قانونی حرکات سے نفرت ہے۔

بہت برا داغ لگا ہے ڈیڈی کی شہرت کو۔ شہر میں انکی عزت تھی۔

آپ خان ولا کیسی پہنچی تھیں؟۔

اس نے اٹک اٹک کر اپنی کہانی دہرائی اور خان ضرغام کا خط اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔۔۔

پھر جب وہ خط پڑھ رہا تھا تو غزالہ بولی تھی۔ خدا کے لیے۔۔۔ اب تو ان کریہہ دانتوں کو نکال دو۔

اوہ۔۔۔ یہ تو بھول ہی گیا تھا۔ اس نے کہا اور مصنوعی دانتوں کو نکال کر جیب میں ڈال لیا۔۔۔۔

خط پڑھ چکنے کے بعد طویل سانس لے کر بولا۔ یہ خط بکواس ہے۔۔۔ اس نے خودکشی ہرگز نہیں کی۔۔۔۔ ورنہ اس جھوٹ کے طومار کی کیا ضرورت تھی۔

میں نہیں سمجھی؟۔

اسے مارا گیا ہے۔ یہ خط اس کا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

خدا جانے۔۔۔ اس سے پہلے اس کی کوئی تحریر میری نظر سے نہیں گزری۔

میرے ایسا سمجھنے کی معقول وجہ ہے۔ آپ کے ڈیڈی عمارت کے منہدم ہوجانے سے قبل ہی فوت ہوچکے تھے۔ اوران کے قریب بھی مجھے ایک خودکشی کا اعتراف نامہ ہی ملا تھا۔۔۔۔

کیا کہہ رہے ہو؟۔

اب عمران نے اپنی کہانی شروع کردی۔ جولیانافٹزواٹر کا ذکر غیر ضروری تھا۔ اسلیے اسکا حوالہ دیئے بغیر بولا۔ اس طرح میں ٹھیک اسی جگہ پہنچا جہاں خواب گاہ میں آپ کے ڈیڈی کی لاش بستر پر پڑی نظر آئی اوراس کے قریب ہی ایک لفافہ پڑا تھا۔ جس پر آپ کا نام تحریر تھا۔ میں نے اسے کھول ڈالا۔ خط آپ کے نام لکھا گیا تھا۔ آپ کے ڈیڈی کی طرف سے۔۔۔ انہوں نے آپ کو اپنی خودکشی کا ذمہ دار ٹھہرایا تھا۔۔۔۔۔۔

نہیں۔۔۔۔۔ وہ چیخ کر۔۔۔۔۔کھڑی ہوگئی۔

بیٹھ جائیے۔ پوری بات سن لیجئے۔ انہیں اس کا علم تو نہیں تھا کہ ہم پر کیا گزری تھی۔ وہ سمجھے تھے شاید آپ میرے ساتھ فرار ہوگئی ہیں۔

خداوندا۔۔۔ میں زندہ کیوں ہوں۔ وہ سینے پر دوہتھڑ چلا کر بلبلا اٹھی۔

خودکو قابو میں رکھیئے۔۔۔ آپ کو دلیرانہ مقابلہ کرنا ہے۔ انہیں جہنم رسید کرنا ہے جو اس حادثے کے ذمہ دار ہیں۔ آپ ہی اس کی بھی تصدیق کریں گی۔ انہوں نے خودکشی کی تھی یا مارے گئے تھے؟۔

میں کس طرح تصدیق کروں گی؟۔

خط میرے پاس موجود ہے۔ میں نے اسے وہاں نہیں چھوڑا تھا۔ اگر میں فرار نہ ہوگیا ہوتا تووہ آپکے بنگلے کو منہدم نہ کرتے۔ لاش پولیس کے ہاتھ لگتی۔ خودکشی کا کیس بنتا اور پولیس ہماری تلاش اورزیادہ شدومد سے شروع کردیتی۔ پھر ہم دونوں ہی ختم کردیئے جاتے اور بات بھی وہیں ختم ہوجاتی۔

لاؤ مجھے دکھاؤ۔ کہاں ہے وہ خط؟۔ وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔

عمران نے کوٹ کی اندرونی جیب سے لفافہ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ خان ضرغام والے خط میں یہ بالکل درست لکھا گیا ہے کہ بنگلے والے تہہ خانے میں کسی قسم کی مشینیں موجود تھیں۔

غزالہ نے بڑی بے صبری سے خط کی تہہ کھولی تھی اسے پڑھتی اورروتی رہی تھی۔

میں نے کہا تھا کہ خود پر قابو پانے کی کوشش کیجئے۔ عمران مغموم لہجے میں بولا۔

یہ ڈیڈی کی تحریر ہرگز نہیں ہے۔ کسی نے انہی کے سے انداز میں لکھنے کی کوشش کی ہے۔

چلئے یہ بات بھی طے ہوئی کہ انہوں نے خودکشی نہیں کی تھی ۔۔۔۔۔ضرغام بھی کسی دوسرے ہی کے ہاتھوں مرا ہے۔ اورتیمور تو آپ کے سامنے ہی مرا تھا۔

اور یہ بات بھی طے ہوگئی کہ تم حقیقتاً سرکاری جاسوس ہو۔

لیکن یہ بھی حقیقت ہی ہے کہ میں آپ کے ڈیڈی کے پیچھے نہیں تھا۔ انہوں نے خود ہی مجھ سے معاملہ کیا تھا۔ اگر اس پلیا کے نیچے کوئی حاملہ کتیا نہ ہوتی تو میں ادھر کا رخ ہی نہ کرتا۔

یہ بات میرے حلق سے نہیں اترتی؟۔

مجھے افسوس ہے کہ اس معاملے پر مزید روشنی نہیں ڈال سکوں گا۔ بہرحال آپ کو یہ نہ بھولنا چاہیئے۔ اس کے بچوں کو کچھ نامعلوم آدمی اٹھا لے گئے تھے اور اسے گولی ماردی گئی تھی۔ کیا آپ کو وہ واقعہ حیرت انگیز نہیں معلوم ہوتا؟۔

کیوں نہیں؟۔

بس تو پھر آپ یقین کیجئے کہ میں آپ کی ڈیڈی کی ٹوہ میں نہیں تھا۔ وہ خود ہی میری ٹوہ میں پڑ کر اپنوں ہی کے ہاتھوں مارے گئے۔

تم اس وقت سیدھے خان ولا کیسے آپہنچے تھے؟۔

اسکا تصور ہی نہیں کرسکتا تھا کہ وہاں آپ سے ملاقات ہوجائے گی۔۔۔ خان ولا کا تعلق ایک دوسرے معاملے سے تھا۔ لیکن کیا کیا جائے کہ یہ ساری کڑیاں ایک ہی سلسلے کی ثابت ہو رہی ہیں۔

اصل معاملہ کیا ہے؟۔

میں پھر عرض کروں گا کہ اس معاملے کی پردہ پوشی بھی میرے فرائض میں شامل ہے۔

خیر میں مجبور نہیں کروں گی۔ لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ آخر میری رہائی کو اس طرح ڈرامہ کیوں بنایا گیا؟۔

بڑا مناسب لفظ استعمال کیا ہے آپ نے ڈرامہ۔ بیشک یہ ڈرامہ ہی تھا۔ اچھا یہ بتائیے

اگر اتفاقا میں وہاں نہ پہنچ جاتا تو آپ کیا کرتیں؟۔

سیدھی پولیس اسٹیشن جاتی۔

ٹھیک۔ وہ آدمی یعنی اس گروہ کا سربراہ یہی چاہتا تھا۔ مقصد پولیس کو غلط راہ پر ڈالنا۔ آپ کے بنگلے والے حادثے کا معمہ خان ضرغام کے خط سے حل ہوجاتا۔

لیکن پھر تیمور کا قتل؟۔

پہلے میں کچھ اور سمجھا تھا۔۔۔ لیکن اب کچھ اور سوچ رہا ہوں۔ وہ پستول آپ کو یاد ہے جو راہداری میں پڑا ہوا تھا۔

تم نے عین وقت پر ٹوک دیا تھا ورنہ شاید بے خیالی میں اسے ضرور اٹھا لیتی۔

میں پہلے یہی سمجھا تھا کہ وہ وہاں اسی لیے ڈالا گیا ہوگا کہ اس پر آپ کی انگلیوں کے نشانات پائے جائیں۔

پھر اس کا کیا مقصد تھا۔ قاتل اسے وہاں کیوں پھینک گیا تھا بہ آسانی ساتھ ہی لے جاسکتا تھا؟۔

میری دانست میں یہ پستول جس کا بھی ہے وہ پولیس کے ہاتھ نہ آسکے گا۔ پولیس پستول کی وساطت سے اس کے مالک کا پتہ ضرور لگالے گی۔ لیکن مالک اس کے ہاتھ نہ لگ سکے گا۔

میں سمجھی نہیں؟۔

پولیس اسے زمین پر تلاش کررہی ہوگی۔ اور وہ زمین کے نیچے ہوگا۔ اسے مار کر دفن کردیا

جائے گا۔ عمران نے قدرے توقف سے کہا۔

خدا کی پناہ۔

یہ جرائم پیشہ لوگوں کی گروہی سیاست کہلاتی ہے۔ اگر گروہ کا کوئی آدمی پولیس کی نظروں میں آ جائے تو پھر اس کا وجود پورے گروہ کی سلامتی کو خطرے میں ڈالنے کی وجہ بن جاتا ہے۔ لہذا قبل اس کے کہ پولیس اس کی وساطت سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے اسے ختم ہی کر دیا جاتا ہے۔

تو یہ تین جانیں اسی لیے ضائع ہوئیں؟۔

اور چوتھا آدمی یعنی پستول کا مالک ان معاملات پر روشنی ڈالنے کے لیے پولیس کو کبھی نہ مل سکے گا۔

گویا چار قتل؟۔

جی ہاں۔ چوتھا اور فی الحال انکی دانست میں آخری قتل۔ پولیس چوتھے آدمی کو تلاش ہی کرتی رہ جائے گی۔

لیکن اب میں کیا کروں؟۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کے لیے کیا کروں؟۔

تو تم کرسچین نہیں ہو؟۔

میری سات پشتوں میں بھی کوئی نہ رہا ہوگا۔

وہ طویل سانس لے کر رہ گئی۔

کیا آپ اپنی اور تیمور کی گفتگو ایک بار پھر دہرائیں گی؟۔

کوشش کروں گی۔۔۔۔ ویسے ضرغام کا خط پڑھنے کے بعد سے پوری طرح ہوش میں نہیں رہی تھی۔

اس نے ذہن پر زور دے کر اپنی اور تیمور کی گفتگو دہرائی تھی۔ عمران گہری سوچ میں ڈوبا ہوا کبھی کبھی سر ہلا دیتا تھا۔

تو یہ بابا۔۔۔ وہ اس کے خاموش ہونے پر بولا۔ صاحب کشف بھی ہے۔ دیکھوں میری نشاندہی کب کرتا ہے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ تیمور بابا کے تذکرے پر حواس باختہ ہو جاتا تھا۔ اور آخر میں ۔۔۔۔۔ اس نے کہا تھا کہ وہ کسی بابا وابا کو نہیں جانتا۔ اس کے بارے میں بھی اسے خان ضرغام ہی سے معلوم ہوا تھا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ غزالہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولی۔ سوال تو یہ ہے کہ اب میں کیا کروں؟۔

کوئی قریبی عزیز یہاں موجود ہے؟۔ عمران نے سوال کیا۔

ہاں۔ میری ایک خالہ شاہ دارا ہی میں رہتی ہیں۔

لیکن ان کے پاس جانے سے قبل آپ کو پولیس اسٹیشن جانا ہوگا۔ اس خط سمیت۔ اور یہ

بھی بتانا پڑے گا کہ تیمور آپ کی موجودگی ہی میں مارا گیا۔ آپ خان ولا سے نکل کر کسی نہ کسی طرح پولیس اسٹیشن تک پہونچی ہیں۔

اپنی گمشدگی کے بارے میں پولیس کو کیا بتاؤں گی۔ اور پھر سب سے پہلے وہ تمہارے متعلق پوچھیں گے۔ کیونکہ تیمور کے بیان کے مطابق ڈیڈی نے میری اور تمہاری گمشدگی کی رپورٹ درج کرائی تھی۔ اگر انہوں نے پوچھا تو میں کیا بتاؤں گی؟۔

میں آپ کو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ کن حالات میں کیا ہوگا۔۔۔ اگر ضرغام کی تحریر جعلی ثابت ہوئی تو آپ کس پوزیشن میں ہونگی۔ تیمور بھی آپ کے بیان کی تصدیق کرنے کے لیے زندہ نہیں۔۔۔

اوہ۔۔۔ اس پر تو میں نے دھیان ہی نہیں دیا تھا۔

لہذا اس مشکوک خط کے ساتھ پولیس سے رابطہ قائم کرنا پریشانیوں کو دعوت دینا ہوگا۔

لیکن تم تو سرکاری آدمی ہوں؟۔

محترمہ محترمہ۔۔۔۔ عام آدمی نہیں جانتا کہ بعض محکمے ایسے ہیں جن کی کارکردگی کا کسی کو علم بھی نہیں ہونے پاتا۔ اگر فرض کیجیے میں دھر لیا جاؤں تو مجھے چپ چاپ جیل ہی کی ہوا کھانی پڑے گی۔ عام مجرموں کی طرح سزا بھگتوں گا۔

بڑی عجیب بات ہے۔

ہم میں سے اب تک کئی پھانسی بھی پا چکے ہیں۔ لیکن اف تک نہیں کی۔ چپ چاپ مر گئے۔

میں یقین نہیں کر سکتی۔

بروز حشر ہی یقین دلا سکتا ہوں۔

تو پھر مجھے یہ سب کچھ کیوں بتا رہے ہیں؟۔

کسی نہ کسی طرح آپ کو ان اقدامات سے باز رکھنا ہے جن کی بنا پر نہ صرف آپ مزید دشواریوں میں پڑ جائیں گی بلکہ ہمارا کھیل بگڑ جائے گا۔

لیکن پھر میں کیا کروں۔۔۔ کہاں جاؤں؟۔

جب تک بہتری کی کوئی صورت نہ نکلے میرے ہی ساتھ قیام فرمائیے۔

تم خود بھاگے بھاگے پھر رہے ہو۔ میں قیام کہاں کروں گی؟۔

صبح ہونے دیجیئے۔۔۔۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔ اگر آپ فورا ہی سو جانا چاہتی ہوں تو آرام کیجیئے۔۔۔۔۔ دوسری باتیں پھر ہو جائیں گی۔

اب نیند نہیں آئے گی۔ جنگل والی عمارت کے تہہ خانے کو یاد کر کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔۔۔ ہر چند وہاں کھانے پینے کی چیزیں بھی موجود تھیں۔ لیکن ایک نوالہ بھی حلق سے نہیں اتار سکتی تھی۔ کیسی دہشت انگیز تنہائی تھی؟۔ لیکن بڑی عجیب بات تھی کہ اس صندوق نما کمرے میں نہ کوئی دروازہ تھا، نہ کوئی کھڑکی تھی اور نہ روشندان۔ اس کے باوجود بھی کہیں سے اتنی روشنی ہر وقت آتی رہتی تھی کہ سب کچھ دکھائی دے سکتا تھا۔

خاصے ذہین اور سائنٹیفک طور پر کام کرنے والے لوگ معلوم ہوتے ہیں۔

اور ڈیڈی ان کے ساتھی تھے۔ وہ گلوگیر آواز میں بولی۔

میرا خیال ہے کہ وہ کسی وجہ سے ان لوگوں کے دباو میں تھے۔ اپنی خوشی سے ان کے شریک کار نہیں بنے تھے۔ وہ سچ مچ ان سے خائف تھے اور اپنی گلوخاصی کے خواہاں تھے۔

مجھے بھی یقین نہیں آتا۔

اسی بنا پر میں نہیں چاہتا آپ پولیس تک جائیں اور وہ خط کے زاویئے سے اس معاملے کو دیکھنا شروع کر دے۔ ویسے ایک بات تو بتایئے کہ ضرغام اور تیمور کے علاوہ اور کن متمول آدمیوں سے ان کے مراسم تھے۔

بہتیروں کو تو میں نے دیکھا بھی نہیں۔ وہ بہت سوشل آدمی تھے۔ ہر طبقے میں ان کے دوست تھے۔

ضرغام اور تیمور کو ذہن میں رکھ کر مزید تین ایسے ہی آدمیوں کو تلاش کیجیے۔

تین ہی کیوں؟۔

نقاب پوش پانچ تھے۔ اور ہاں، پہلی بار جب مجھے پر سر بازار خوشبو کا حملہ ہوا تھا اور میں بے ہوش ہو گیا تھا تو دوبارہ آنکھ بنگلے والے تہہ خانے میں کھلی تھی۔ یہ بعد کے تجربے سے ثابت ہوا۔۔۔

خدا کی پناہ۔

جی ہاں، دوسری بار بھی پانچ ہی تھے۔

تب پھر کہیں ان میں ڈیڈی بھی نہ رہے ہوں؟۔

دوسری بار تو ناممکن ہے۔ کیونکہ تہہ خانے سے نکل کر میں نے ان کی لاش دیکھی تھی۔ اور موت واقع ہوئے کئی گھنٹے گزر چکے تھے۔

بہت قریب کے لوگوں کے پانچ یا چھ نام دے سکوں گی۔

عمران نے نام نوٹ کئے تھے اور اٹھتا ہوا بولا۔ بس تھوڑی ہی دیر آپ اس گھٹن میں گزاریں۔ آج ہی قیام کے لیے کسی بہتر جگہ کا انتظام ہو جائے گا۔ اور ہم پورے شہر میں گھومتے بھی پھریں گے۔

وہ کس طرح؟۔

بس آپ کی شکل میں تھوڑی سی تبدیلی کرنی پڑے گی۔ آپ بہ آسانی ایک یوریشین لڑکی بن جائیں گی۔

اور تم وہی دانت لگا لو گے۔ وہ کراہیت ظاہر کرتی ہوئی بولی۔

وہ تو ریڈی میڈ میک اپ تھا۔ آپ کہیں گی تو تھوڑا سا گلفام بن جاونگا۔

اچھا ایک بات تو بتاو۔ جب تم میک اپ کے ماہر ہو تو پھر اس طرح کھل کر سامنے کیوں آئے تھے۔ کہ مجرم ہی تمہارے پیچھے پڑ گئے؟۔

کبھی کبھی نامعلوم مجرموں کو سامنے لانے کے لیے ایسا بھی کرنا پڑتا ہے۔ ایک جرم ہو رہا

تھا اور مجرم پردہ راز میں تھے۔ لہذا انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے کتیا کے بچوں کا والد بزرگوار بننا پڑا تھا۔ لیکن خدا شاہد ہے میں نہیں جانتا تھا کہ آپ کے ڈیڈی ہی سب سے پہلے متوجہ ہونگے۔

مت ذکر کرو ان کا۔ دم گھٹنے لگتا ہے۔

اچھا۔۔۔ آپ کچھ دیر آرام کیجیے۔

تم کہاں جاوگے؟۔

دوسرے کمرے میں۔۔۔۔

☆

دونوں کی لاشیں پولیس کو مل گئی تھیں۔ ان کا پوسٹ مارٹم بھی ہو چکا تھا۔ ایک کی موت گولی لگنے سے واقع ہوئی تھی اور دوسرا کیس زہر خورانی کا تھا۔۔۔۔ دونوں ہی شہر کے متمول لوگوں میں سے تھے اور آپس میں دوست بھی بیان کیے جاتے تھے۔ سیٹھ جیلانی سے بھی ان کے قریبی تعلقات تھے۔ حالانکہ شاہ دارا سے شام کا کوئی اخبار شایع نہیں ہوتا تھا۔ پھر بھی سارے شہر میں یہ نئی خبر بھی جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔

بابا سگ پرست کی محفل میں بھی اسی کا ذکر چھڑا ہوا تھا۔

یہ دونوں بھی مجھے بے حد عزیز تھے۔ بابا نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ پتہ نہیں کیا ہو رہا ہے۔۔۔۔ اس معاملے میں تو مراقبے سے بھی کچھ نہیں معلوم ہو رہا۔۔۔۔ پتہ نہیں کس مشترکہ دشمن کی بھینٹ چڑھے ہیں یہ لوگ۔ جیلانی۔ ضرغام اور تیمور تینوں آپس میں بہترین دوست تھے۔

آپ کو کشف سے یہ تو معلوم ہی ہو گیا ہوگا کہ یہ تینوں چرس کی اسمگلنگ میں ملوث تھے؟۔ مجمع سے ایک آدمی بولا۔

تمہارا انداز گفتگو مجھے پسند نہیں آیا۔ بوڑھے نے سخت لہجے میں کہا۔ کم از کم یہاں میری چھت کے نیچے نہ کوئی کسی پر طنز کر سکتا ہے اور نہ کسی کو برا کہہ سکتا ہے۔

معافی چاہتا ہوں جناب۔۔۔۔ وہ بوکھلا کر بولا۔

ہم سبھی کسی نہ کسی پہلو سے برے ضرور ہیں۔۔۔۔ لیکن قطعی طور پر برے نہیں اس لیے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ کسی کو برا کہے۔۔۔۔ ہاں پہلے خود فرشتہ بن جائے۔ آئندہ احتیاط رکھنا۔

بہت بہتر جناب۔۔۔۔ میں سخت شرمندہ ہوں۔ مجھے معاف کر دیجیے۔

تمہاری طرف سے میرا دل برا نہیں ہوا تھا۔ مطمئن رہو۔ سیدھا راستہ دکھانا میرا کام ہے سو دکھاتا ہوں۔

پھر لوگوں نے ان تینوں کی خوبیوں کا ذکر شروع کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد مجمع کم ہونے

لگا۔ پھر وہاں صرف دو ہی افراد بیٹھے رہ گئے۔

کیا تمہیں کچھ کہنا ہے؟۔ بوڑھے نے ان سے پوچھا۔ یہ شہر کے دو مل اونرز شہریار اور داود تھے۔

سردار واجد بھی کل رات سے گھر نہیں آیا۔ شہریار بولا۔

خدا خیر کرے۔ بوڑھے نے پرتشویش لہجے میں کہا اور انہیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ ضرغام اور تیمور کا یہ حشر کرنے والا کون ہے؟۔ داود نے کہا اور شہریار کی طرف دیکھنے لگا۔

وہ دونوں پچھلی رات میرے پاس آئے تھے۔ بوڑھے نے کہا۔ میں نے انہیں مشورہ دیا تھا کہ پریشان ہونے سے کوئی فائدہ نہیں۔ تم نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا۔ اب اسے بھول جانے کی کوشش کرو۔ جنگی حکمت عملی کے طور پر کبھی کبھی اپنے ہاتھوں ہی خود کو بھی نقصان پہنچانا پڑتا ہے۔۔۔۔ وہ مجھ سے پرسکون رہنے کا وعدہ کر کے چلے گئے تھے۔ پھر کیا ہوا میں نہیں جانتا۔

کہیں وہ جاسوس تو نہیں؟۔

سامنے کی بات ہے۔ بوڑھے نے لاپرواہی سے کہا۔

کہیں ہم دونوں کسی دشواری میں نہ پڑ جائیں؟۔ شہریار بولا،

بوڑھے نے اسے گھور کر دیکھا اور بولا۔ بیوقوفوں کی سی باتیں کرتے رہے تو ضرور

پڑ جاو گے۔

میں نہیں سمجھا جناب؟۔

بہت زیادہ باتیں کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اب اس مسلے پر خاموشی اختیار کرو۔ پولیس اگر تم سے کچھ پوچھے تو لاعلمی ظاہر کرنے کے علاوہ ور کچھ نہ ظاہر کرنا۔

لیکن جناب، ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔ داود نے متفکر لہجے میں کہا۔

وہ کیا ہے؟۔

ایک کو زہر دیا گیا اور دوسرے کو گولی ماردی گئی۔ کیا دونوں کے لیے ایک طریقہ اختیار نہیں کیا جا سکتا تھا؟۔

میں بھی اسی مسلے پر غور کرتا رہا ہوں۔ بڑی عجیب بات ہے کہ اس معاملے میں میری روحانی قوت بھی کام نہیں آ رہی۔۔۔۔ پتہ نہیں پولیس نے کیا معلوم کیا۔ ٹھہرو۔ میں ایس پی سے بات کرتا ہوں۔

وہ اٹھ کر اس کمرے میں چلا گیا جہاں فون رکھا ہوا تھا۔

بہت اکھڑی اکھڑی باتیں کر رہے ہیں۔ شہریار نے داود سے کہا۔

مجھے خود بھی حیرت ہے۔

ہوسکتا ہے ہماری ہی طرح خود بھی وسوسوں کا شکار ہو گئے ہوں۔

سردار واجد کی گمشدگی نے مجھے الجھن میں ڈال رکھا ہے۔

کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

میں شروع ہی سے مخالف تھا۔

کس کے؟۔

اس امر کا کہ اس جاسوس کو چھیڑا جائے۔۔۔۔ بس خاموش رہو۔

میں تو اب تنگ آ گیا ہوں۔ اچھے بھلے دھندے سے لگے ہوئے تھے کہ یہ بابا ہم پر مسلط ہوگیا۔ شہریار نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

اتنے میں بوڑھا واپس آ گیا۔ اور انہوں نے اس کی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار دیکھے۔

واقعی، معاملات پیچیدہ ہوتے جا رہے ہیں۔ اس نے انکی طرف دیکھے بغیر کہا۔

کیا ہوا۔۔۔ داود نے سوال کیا۔

خان ولا کے جس کمرے میں تیمور کی لاش ملی تھی۔ اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر راہداری میں ایک سائیلینسر لگا ہوا پستول بھی پڑا ملا تھا۔۔۔ تیمور پر اسی سے فائر کیا گیا تھا۔۔۔

جانتے ہو وہ پستول کس کا ہے؟۔

دونوں نے احمقوں کی طرح سر ہلا دیئے۔

سردار واجد کا۔۔۔

نہیں۔ دونوں بوکھلا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

وہ سردار واجد ہی کے نام سے رجسٹر کیا گیا تھا۔ پولیس نے پتا لگایا ہے لیکن ابھی تک سردار واجد کا سراغ نہیں مل سکا۔۔۔

دونوں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئے۔

معاملہ اور بھی الجھ گیا ہے۔ بوڑھے نے کہا۔

لیکن سوچنے کی بات ہے کہ وہ اپنا پستول وہاں کیوں پھینک گیا؟۔ شہریار بولا۔

عقل حیران ہے۔ بوڑھے نے طویل سانس لے کر کہا۔

کبھی نہیں ہوسکتا۔ واجد اتنا احمق نہیں ہوسکتا۔

سوال یہ ہے کہ وہ ایسا کرنے ہی کیوں لگا؟۔ بوڑھے نے کہا۔

اب کیا ہوگا جناب؟۔ داود بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

میں نہیں جانتا۔

کچھ کیجئے جناب۔ شہریار بولا۔

تم کیا سمجھتے ہو۔،۔۔۔۔ میں فکرمند نہیں ہوں؟۔

لیکن آخر وہ جاسوس خان ولا کیسے جا پہنچا ہوگا؟۔

نہایت آسانی سے۔ ہانگ کانگ سے آنے والا انگریز ان لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا تھا۔ وہ خان ولا ہی کے فون پر اپنی رپورٹ دیتا تھا۔ اس سے نمبر معلوم کرلیا گیا ہوگا۔ وہ اسی طرح پہنچ سکتا ہے خان ولا تک اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں۔

تو گویا اس نے واجد کا پستول چرایا۔ کام میں لایا اور وہیں ڈال گیا کہ وہ پولیس کے ہاتھ لگ جائے؟۔

میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔ بوڑھے نے کہا۔

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم پانچوں نقاب پوش ہونے کے باوجود بھی پہچان لیے گئے تھے؟۔ شہریار بولا۔

نہ پہچانے جاتے اگر یہ ضرغام شیخی میں آ کر اپنی چابک اندازی کی مہارت نہ دکھانے لگتا۔

لیکن جناب اگر وہ سرکاری جاسوس ہے تو اسے ہمیں گرفتار کرنا چاہیئے تھا۔ اس طرح کے کھیل کیوں کھیل رہا ہے؟۔

تم نہیں سمجھے۔۔۔؟ بوڑھا مسکرا کر بولا۔

نہیں جناب۔

وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس لیے تمہاری صفوں میں ابتری پھیلانے کی کوشش کر رہا ہے۔ کیا ابھی کچھ دیر پہلے تم دونوں یہ نہیں سوچ رہے تھے کہ میں نے ہی افشائے راز کے خدشے کے تحت ان دونوں کو ٹھکانے لگا دیا ہے؟۔

وہ دونوں بوکھلا کر ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔ پھر شہریار ہکلایا۔ انسانی۔۔۔ ذ ذ۔۔۔ ذہن ہے۔۔۔ جناب عالی۔۔۔ مجھے معاف کردیجئے۔

میں جانتا ہوں۔ بوڑھا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ شیطانی وسوسہ تھا۔ تم دونوں میرے جان نثاروں میں سے ہو۔ لیکن وہ مکار اعظم یہی سمجھتا ہے کہ اس طرح تمہیں میری طرف سے بدظن کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔۔۔ اور سنو۔۔۔ میرا تجربہ کہہ رہا ہے کہ اس نے واجد کو بھی ٹھکانے لگا کر اس کی لاش غائب کردی ہے۔ پستول اسی لیے وہاں ڈالا گیا ہے کہ پولیس اسکے ذریعے واجد تک پہنچے اور اسے عدم پتہ پا کر اس کی تلاش شروع کر دے۔ پولیس تو یہی سوچے گی کہ قتل کے بعد فرار ہوتے وقت پستول گر گیا ہوگا اٹھانے کے لیے اس نے دوبارہ وہاں پہنچنے کی ہمت نہیں کی۔

درست فرما رہے ہیں جناب، ایسا ہی ہوگا۔۔۔۔۔ لیکن وہ ہم میں ابتری نہیں پھیلا سکتا۔

یہ تمہاری مستقل مزاجی پر منحصر ہے۔

اب ہم اور زیادہ محتاط رہیں گے۔

وہ تمہارے توسط سے مجھ تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ بالکل اسی طرح جیسے میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ محکمہ خارجہ کی خصوصی فیلڈ سروس کا سربراہ کون ہے۔۔۔۔ اگر مجھے اس تک نہ پہنچنا ہوتا تو وہ کبھی کا ختم ہو چکا ہوتا۔

درست فرمایا جناب۔

عمران جانتا ہے کہ سربراہ کون ہے۔۔۔۔۔

لیکن اگلتا نہیں کسی صورت سے۔

اب گرفت میں آیا تو اسے اگلنا پڑے گا۔ کیونکہ اب خود میں ہی اسے دیکھوں گا تم لوگوں کے بس کا نہیں تھا۔

ایس پی تو آپ کا کلاس فیلو تھا شاید؟۔

نہیں مجھ سے بہت جونیئر تھا۔ اس کا بڑا بھائی میرا کلاس فیلو تھا۔ بہت احترام کرتا ہے میرا۔ کیا تمہیں اس سے کوئی کام ہے؟۔

جی نہیں۔۔۔۔ بس یونہی پوچھا تھا۔

سنو۔۔۔ اتنے معمولی عہدے کے لوگ تو خود ہی دوڑ کر میرے پاس آتے ہیں۔ اپنے کام کرانے کے لیے۔۔۔۔ میرے کسی کام نہیں آسکتے۔

مجھے علم ہے جناب۔۔۔ چیف منسٹر۔۔۔۔ داود نے جملہ پورا کرانا چاہا تھا لیکن وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ بس۔۔۔ غیر ضروری باتیں نہیں۔

داود نے سر جھکا لیا۔۔۔۔۔ شہریار بھی دم بخود تھا۔ اور اس نے بھی نظریں نیچے کر رکھی تھیں۔ لیکن بوڑھا انہیں بغور دیکھے جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ بس اب جاو۔ محتاط رہنا۔ پولیس تم سے واجد کے بارے میں پوچھے تو صرف لاعلمی ظاہر کر دینا۔۔۔۔۔ زیادہ گفتگو کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔۔۔۔ اور اب میں عمران کی فکر کروں گا۔

آپ مطمئن رہیئے جناب۔۔۔ ایسا ہی ہوگا۔ شہریار بولا۔

پھر وہ دونوں چلے گئے تھے اور بوڑھا سوئنگنگ چیئر پر نیم دراز آگے پیچھے جھولتا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے میز پر رکھے ہوئے انٹرکام پر کسی کو مخاطب کر کے کہا تھا۔ لٹل نی کو بھیج دو۔

اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ کرسی پر مسلسل جھولے جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ایک سفید فام بونا کمرے میں داخل ہوا۔

یس، یور ہائی نس۔۔۔۔ اس نے قریب پہنچ کر کہا۔

بوڑھے نے آنکھیں کھولیں اور اسے غور سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ اس لفافے کا ذکر ابھی تک نہیں سنا جا سکا؟۔

اس نے اسے انگلش ہی میں مخاطب کیا تھا۔

میں نے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔ یور ہائی نس۔

جسے تم نے گولی ماری تھی وہ لڑکی سے کتنی دیر گفتگو کرتا رہا تھا؟۔

لاش تک پہنچنے کے بعد سے میں نے ان پر نظر رکھی تھی۔ لڑکی کو لفافہ اٹھا کر اسی نے دیا تھا۔ پھر دونوں نے اس خط کو پڑھا تھا۔ پندرہ بیس منٹ تک وہ دونوں آپس میں گفتگو کرتے رہے تھے۔ میں اردو نہیں جانتا تھا ورنہ ان کی گفتگو سے بھی آپکو آگاہ کر دیتا۔

گولی مار کر تم وہاں کتنی دیر ٹھہرے تھے؟۔

میں نے واپسی میں ایک سیکنڈ کی دیر بھی نہیں لگائی تھی۔

کیا تم نے محسوس کیا تھا کہ ان دونوں کے علاوہ وہاں اور کوئی بھی موجود تھا؟۔

نہیں یور ہائی نس قطعی نہیں۔

تم نے اپنا کام بڑی صفائی سے انجام دیا ہے۔

شکریہ، یور ہولی نس۔

اچھا اب میں تمہیں انٹرٹین کروں گا۔ بوڑھا اٹھتا ہوا بولا۔

بونے کے دانت نکل پڑے اور چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں شوخ سی چمک لہرانے لگی۔

شکریہ یور ہائی نس۔ اس نے چہکارتی ہوئی سی آواز میں کہ۔

وہ اس کمرے سے چل پڑے۔ بونا بوڑھے کے پیچھے چل رہا تھا۔ ایک راہداری سے گزرتے ہوئے اوپری منزل کے زینوں تک پہنچے۔

میرا انٹرٹین بدل گیا ہے۔ یور ہائی نس؟۔ دفعتا بونا بولا۔

بوڑھا چلتے چلتے رک گیا۔ اور اس کی طرف مڑ کر پوچھا۔ کیا چاہتے ہو؟۔

مجھے ایک لڑکی سے عشق ہو گیا ہے۔

لڑکی؟۔ بوڑھے نے حیرت سے کہا۔ تمہارے قد کی ہے؟۔

نہیں، مجھے اپنے قد سے نفرت ہے۔۔۔ مجھ سے بہت اونچی ہے۔۔۔ مجھے بڑی چیزوں سے دلچسپی ہے۔

کون ہے؟۔

عامرہ۔۔۔ یور ہائی نس۔

وہ تمہیں زندہ دفن کر دے گی۔

کچھ بھی ہو یور ہائی نس، اب تو میری زندگی کا مقصد ہی عامرہ ہے۔

میں تمہیں ضائع نہیں کرنا چاہتا۔

اس کے لیے میں جان دے سکتا ہوں۔

اچھا۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ لیکن تم ہی اظہار عشق کرو گے۔ میں سے یہ اطلاع نہیں دے سکتا۔

مجھے تو صرف اجازت درکار تھی۔

جاو۔۔۔ اجازت ہے۔

بونا اچھلتا کودتا ہوا مخالف سمت میں دوڑتا چلا گیا۔ بوڑھا زینے طے کر کے اوپری منزل پر آیا اور ایک ایسے کمرے میں داخل ہوا جہاں ایک آدمی کرسی پر نیم دراز تھا لیکن اسے دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔ بوڑھا ہاتھ اٹھا کر بیزاری سے بولا۔ بیٹھے رہو۔ خالی حولی احترام مجھے خوش نہیں کر سکتا۔

میں آپکے کسی کام نہ آ سکوں گا۔ وہ افسردگی سے بولا۔

مجھے حیرت ہے کہ بزنس مین ہو کر ایسی باتیں کر رہے ہو۔

میں نے ہمیشہ صاف قسم کا بزنس کیا ہے۔ اس لیے معافی چاہتا ہوں۔

احمقانہ باتیں نہ کرو۔ ہر سال لاکھوں روپے ٹیکس کے بچاتے ہو اور پارسائی بھی جتاتے ہو۔ حکومت کو دھوکہ دیتے ہو۔ یہ بڑا نیک کام ہے۔

آپ سمجھنے کی کوشش کیجیئے جناب۔ وہ اور بات ہے۔ لیکن چرس۔

چرس شریف کہو۔ ادب سے نام لو۔

وہ ہنسنے لگا اور بوڑھا یک بیک بگڑ کر بولا۔ میں تمہیں خاک میں ملا سکتا ہوں سیٹھ غنی۔

وہ کس طرح جناب عالی؟۔

تمہارا وہ اکاونٹ میرے قبضے میں ہے جو پچھلے ہفتے اچانک غائب ہو گیا تھا۔ پچھلے پانچ سال کے اصل حسابات کے رجسٹروں سمیت غائب ہوا تھا نا۔

دفعتاً سیٹھ غنی کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

جج۔۔۔ جی کیا مطلب۔۔۔۔؟

میں صدیقی اکاونٹ کی بات کر رہا ہوں۔ پچھلے پانچ سال کے اصل حسابات کے رجسٹروں کا حوالہ دے رہا ہوں۔

اگر وہ آپ کے پاس ہے تو آپ نے ایک غبن کرنیوالے کو پناہ دے رکھی ہے۔۔۔ یہ جرم ہے۔

اگر یہ جرم ہے تو جاو پولیس کو اطلاع دے دو۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

سیٹھ غنی تھوک نگل کر رہ گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی نے اس کے جسم کا سارا خون

نچوڑ لیا ہو۔ بے بسی سے بوڑھے کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

تم لوگ پتا نہیں کیا سمجھ رہے ہو۔ چرس سے اسی طرح بدکتے ہو۔ ارے چرس کی تقسیم میرا امن کا منصوبہ ہے۔ مجھے جنگ و جدال سے نفرت ہے۔ لیکن جب سے آدمی نے جنم لیا ہے یہ دشوار مسئلہ درپیش ہے۔ بڑے بڑے پیغمبر اور دھرماتما دنیا میں آئے لیکن وقتی امن سے آگے نہ بڑھ سکے۔ لیکن میرا منصوبہ غیر فانی امن کو جنم دے گا۔

کک۔۔۔ کیسا منصوبہ۔۔۔؟

دنیا کے ایک ایک فرد کو ذہن پر غنودگی طاری کر دینے والے نشوں کا عادی بنا دو دنیا جنت بن جائے گی۔

بڑی عجیب بات ہے۔

عجیب بات نہیں ہے۔ تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ اچھا تم نے کبھی کوئی خواب آور دوا مسلسل استعمال کی ہے؟۔

جی ہاں۔ کبھی کبھی ضرورت پڑ جاتی ہے۔

کیا اس کے استعمال کے دوران میں کبھی تمہیں غصہ آیا۔۔۔۔؟

جی نہیں۔ اعصاب اتنے پرسکون ہو جاتے ہیں کہ کوئی بھی جذبہ متحرک نہیں ہو پاتا۔

بالکل ٹھیک، وہ انگلی اٹھا کر بولا۔ میں لوگوں کے اعصاب کو مستقل طور پر سکون بخشنا چاہتا ہوں۔ میری چرس کی یہی خصوصیت ہے۔

آپ بھی اپنے امن کے منصوبے سے فیضیاب ہوتے ہیں یا نہیں؟۔

مجھے تو نشہ ہی نہیں ہوتا۔ خواہ کچھ بھی استعمال کر ڈالوں۔

یہ بھی عجیب بات ہے۔

لیکن اس کے باوجود بھی نہ مجھے وہم گھیرتے ہیں اور نہ غصہ آتا ہے۔

آپ مجھے بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟۔

کیوں نہ کروں۔ اگر تم کوئی قانون پسند اور شریف آدمی ہوتے تو ہرگز نہ کر سکتا۔

اگر میں آپ کی بات ماننے سے انکار کر دوں تو؟۔

صدیقی اکاونٹنٹ اصل حسابات کے ساتھ متعلقہ آفیسر کے پاس پہنچ جائے گا۔

آپ سنجیدگی سے کہہ رہے ہیں؟۔

بکواس مت کرو۔ میرے تمہارے درمیان ایسا کوئی رشتہ نہیں جس کی بنا پر تم سے مذاق کر سکوں۔

سیٹھ غنی نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے۔ کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ پیشانی پر پسینے کے قطرات نمودار ہوتے رہے۔ تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

مجھے منظور ہے۔

قانون کے محافظوں کی پرواہ مت کرو۔ ان سے میں نپٹتا ہی رہتا ہوں اور یہ میری ذمہ داری ہوگی۔ مجھے صرف تمہارے گاڑیوں کی ضرورت ہے۔ اگر کبھی کوئی پکڑی گئی تو اس کی

پوری قیمت ادا کردوں گا۔ ڈرائیور اگر پکڑا گیا تو اس کے کنبے کے اخراجات کی ذمہ داری بھی میری ہوگی۔

میری گاڑی پکڑی گئی تو بدنامی میری ہی ہوگی۔ ڈرائیور کا تو کوئی نام تک نہیں لے گا۔

لیکن اگر ٹیکس کی چوری پکڑی گئی تو۔۔۔؟

مم۔۔۔ میں تیار ہوں۔

☆

بونا دبے پاؤں جا کر اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ وہ کھڑکی کے قریب ایک اسٹول پر بیٹھی باہر پھیلے ہوئے اندھیرے میں گھورے جا رہی تھی۔ بونا خاموش کھڑا رہا۔ عامرہ اس سے بے خبر کسی بت کی طرح بے حس و حرکت بیٹھی تھی۔

دفعتاً بونا کھنکارا تھا۔ وہ چونک کر مڑی اور آنکھیں سکوڑ کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر احتراماً جھکا اور پھر سیدھا کھڑا ہو کر بولا۔ اس طرح اجازت حاصل کئے بغیر آنے کی معافی چاہتا ہوں۔

غیر ضروری باتیں مت کرو۔ مدعا بیان کرو۔۔۔ کیوں آئے ہو۔۔۔؟ وہ خشک لہجے میں بولی۔

پھول اگر بھونرے سے یہ پوچھے تو اسے کیا کہنا چاہئے؟۔

پھول ۔۔۔ بھونرا۔۔۔۔۔؟ وہ آنکھیں پھاڑ کر بولی اور انکی ویرانی کچھ اور زیادہ ہوگئی۔

تم میرا مضحکہ اڑو گی۔ لیکن میں اپنے دل کو کیا کروں؟۔

کیا بکواس کر رہا ہے۔ میں کچھ نہیں سمجھی؟۔

جب کوئی مجھ پر ترس کھاتا ہے تو میں اپنی توہین محسوس کرتا ہوں۔ لیکن تم سے درخواست کروں گا کہ مجھ پر ترس کھاو۔

اچھا کھا رہی ہوں ترس ۔۔۔۔ پھر؟۔

میرے ساتھ چلو۔

کہاں چلو؟۔ عامرہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

میرے کمرے میں۔

وہاں کیا ہے؟۔

میرا انداق مت اڑاو۔ مجھ پر رحم کرو۔ بونا گلوگیر آواز میں بولا۔

ارے۔۔۔۔ عامرہ متحیرانہ انداز میں اسکی طرف جھکتی ہوئی بولی۔ تم رو رہے ہو؟۔

ہاں ۔۔۔۔ میں تمہارے سامنے رو رہا ہوں ۔۔۔۔ ورنہ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نے بچپن سے اب تک کبھی روتے دیکھا ہو۔

اوہ۔ میں سمجھ گئی۔ مجھے تم سے ہمدردی ہے۔۔۔۔ لیکن کیا تمہیں زندگی عزیز نہیں ہے؟۔

کیوں نہیں ۔۔۔ کیوں نہیں ۔۔۔ میری زندگی تو تم ہو؟۔

اچھا ۔۔۔ آو ۔۔۔۔ تم میرے کمرے میں چلو ۔۔۔۔ میں تمہارے کمرے میں نہیں جاوں گی۔

کہیں بھی لے چلو ۔۔۔۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بونے کی آواز میں چہکار پیدا ہوگئی۔

میری انگلی پکڑ لو ۔۔۔۔۔ عامرہ بڑے پیار سے بولی۔

اس نے پہلے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا تھا۔ پھر انگلی پکڑ کر کسی ننھے سے بچے کی طرح اس کے ساتھ چلنے لگا تھا۔

یہ بھوت کس نے چڑھایا ہے تمہارے سر پر؟۔ عامرہ نے سوال کیا۔

جب سے تمہیں دیکھا ہے یہی حال ہے۔

عامرہ اور پر تشویش نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی۔ تم میرے بارے میں کیا جانتے ہو؟۔

اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا کہ تم میری زندگی ہو۔

لیکن جو کچھ تم چاہتے ہو اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ میں تمہاری موت ہوں؟۔

کچھ بھی ہو۔ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔

تھوڑی دیر بعد اس قسم کا کوئی فیصلہ کرنا ۔۔۔۔ وہ اس سمیت ایک کمرے میں داخل ہوتی

ہوئی بولی۔

یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا۔ اور خواب گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔۔۔ بونا حیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ شاید زندگی میں پہلی بار یہاں تک رسائی ہوئی تھی۔

بیٹھ جاو۔۔۔ عامرہ ایک کرسی کی طرف اشارہ کرکے بولی۔

وہ سیٹ پر دونوں ہاتھوں ٹیک لگا کر اچھلا تھا اور بیٹھ گیا تھا۔ عامرہ اسے پر تشویش نظروں سے دیکھتی رہی۔

میں ہمیشہ تمہارا غلام رہوں گا۔ لٹل نی بولا۔

پہلے مجھے سمجھنے کی کوشش کرو؟۔

کس طرح سمجھنے کی کوشش کروں۔۔۔ اور پھر اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ تم جیسی بھی ہو۔ میں تمہیں قبول کرسکتا ہوں۔

وہ مضحکانہ انداز میں اسے دیکھتی ہوئی مسکرائی تھی۔۔۔ پھر اٹھی اور بستر کے قریب والے پردے کے پیچھے چلی گئی۔۔۔ لٹل نی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پردے کی طرف دیکھتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر دکھائی دی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں ایک ٹوکری تھی جسے کمرے کے وسط میں رکھ کر وہ پھر اس کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

لٹل نی۔ اس نے نرم لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

اب کیا کہو گی؟۔ اس ٹوکری میں کیا ہے؟۔

میں جانتی ہوں کہ اجازت حاصل کئے بغیر تم نے میرے پاس آنے کی جرات ہرگز نہ کی ہوگی۔

ٹھیک ہے۔۔۔ مجھے اجازت مل گئی ہے۔

اچھا ٹھہرو۔۔۔ پہلے میں معلوم کرلوں کہ قصہ کیا ہے۔ ورنہ ہوسکتا ہے کہ تم خواہ مخواہ ضائع ہوجاو۔

اس نے آگے بڑھ کر بڈ سائیڈ والے فون پر ایک ہندسہ ڈائیل کیا اور ریسیور کان سے لگائے کھڑی رہی۔ پھر بولی۔ یہاں لٹل نی میرے کمرے میں موجود ہے۔

کام کا آدمی ہے۔ ضائع ہوگیا تو مجھے افسوس ہوگا۔ دوسری طرف سے بوڑھے کی آواز آئی۔ تم اسے سمجھانے کی کوشش کرو۔

اوکے۔ کہہ کر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور لٹل نی کی طرف مڑی۔

اب تو اطمینان ہوگیا؟۔ وہ مسکرا کر بولا۔

ہاں، اطمینان ہوگیا۔ اب ایک تماشا بھی دیکھ لو۔۔۔ عامرہ نے کہا اور ٹوکری کے قریب آ گئی۔ جھک کر اس کا ڈھکنا اٹھایا تھا۔ کمرے کی محدود فضا میں سانپ کی پھپھکار گونج کر رہ گئی۔۔۔ ٹوکری میں ایک بڑا سا کوبرا پھن اٹھائے آہستہ آہستہ بلند ہو رہا تھا۔

بونا بوکھلا کر کرسی پر کھڑا ہوگیا۔۔۔ ادھر عامرہ دوزانو ہوکر ٹوکری کے قریب بیٹھ گئی۔

ارے۔۔۔ ارے۔۔۔ یہ کیا کررہی ہو۔۔۔ وہ کرسی پر پاگلوں کی طرح اچھلتا ہوا

بولا۔

عامرہ آہستہ آہستہ اپنا چہرہ سانپ کے پھن کے قریب لے جا رہی تھی۔ سانپ نے جھپٹ کر اس کے گال پر پھن مارا اور وہ سی کر کے پیچھے ہٹ گئی اور ڈسے جانے والے گال کو دونوں ہاتھوں سے دبائے فرش کی طرف جھکتی چلی گئی۔ لٹل فی حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخے جا رہا تھا۔۔۔۔۔۔

اچانک سانپ کا پھن ڈھیلا پڑنے لگا۔۔۔ اور وہ ٹوکری سے فرش پر پھسلتا جا رہا تھا ۔۔۔ اور پھر وہ بالکل ہی ساکت ہو گیا۔

پھر بونے نے عامرہ کی نشیلی سی ہنسی سنی۔۔۔ وہ فرش سے اٹھ کھڑی جھوم رہی تھی۔

تم نے دیکھا۔۔۔ وہ بونے کی طرف انگلی اٹھا کر بولی۔ مجھے ڈس کر یہ خود مر گیا۔۔۔ کیوں مر گیا۔۔۔ میرے زہر کی وجہ سے۔۔۔۔ اور اس کے زہر سے مجھے صرف نشہ ہوا ہے ۔۔۔ کیا سمجھے۔۔۔ جاو بھاگ جاو۔۔۔ مجھے تم پر رحم آ رہا ہے۔

یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ بونا ہکلایا۔ تت۔۔۔ تمہارے زہر سے مرا ہے؟۔

ہاں۔۔۔ میں اتنی ہی زہریلی ہوں۔۔۔ اور نشے کے لیے اس طرح سانپ کا زہر استعمال کرتی ہوں۔ سانپ کے زہر کے علاوہ مجھے اور کسی چیز سے نشہ نہیں ہوتا۔ ایک بار کا ڈسا جانا بارہ گھنٹوں کے لیے کافی ہوتا ہے۔ بھاگ جاو۔

بونے نے کرسی سے چھلانگ لگائی تھی اور دوڑتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔ عامرہ کے نشے میں ڈوبے ہوئے قہقہے کمرے میں گونجتے رہے۔

* * *

وہ دس بجے تک سوتی رہی تھی لیکن عمران نے اسے جگایا نہیں تھا۔ وہ خود ہی بیدار ہوئی تھی اور آنکھیں کھلتے ہی رونا شروع کر دیا تھا۔ عمران دوسرے کمرے میں اس کی سسکیاں سنتا رہا لیکن دخل اندازی نہیں کی تھی۔ خود ہی خاموش ہوئی اور کمرے سے نکل آئی۔

کچھ طبیعت سنبھلی؟۔ عمران نے پوچھا۔

ہاں۔ پہلے سے بہتر ہوں۔ اس نے مردہ سی آواز میں جواب دیا۔

خود کو سنبھالیے۔

فورا تو کسی کو بھی صبر نہیں آ جاتا وہ جھنجھلا کر بولی۔ میرا تو اب زندہ رہنے ہی کو جی نہیں چاہتا۔ مگر اس ذلیل سے نپٹنے کے لیے زندہ رہوں گی جو ان حرکتوں کی پشت پر ہے۔

مجھے آپ سے ایسے ہی حوصلے کی توقع ہے۔

اور کچھ معلوم ہوا؟۔

بارہ بجے تک تفصیل معلوم ہو سکے گی۔ بس اب جلدی سے تیار ہو جائیے گاڑی باہر کھڑی ہے۔ وہیں چل کر ناشتہ کریں گے۔

اب کہاں چلنا ہے؟۔

کسی بہتر جگہ۔ یہیں تو نہیں پڑے رہیں گے۔

میرے لیے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہیں بھی رہوں۔

وہ دونوں باہر نکلے تھے۔ سیاہ رنگ کی مرسڈیز کھڑی نظر آئی۔

اب پھر اندر چلئے۔

کیوں؟۔ کیا گاڑی دکھانے کے لیے باہر لائے تھے؟۔

بھول گیا تھا کہ ہمیں میک اپ کے بغیر نہیں نکلنا چاہئے۔

کیا وہ لوگ ایسے ہی ہیں کہ سارے شہر میں لوگوں پر نظر رکھ سکیں؟۔

فی الحال احتیاطا ہمیں یہی فرض کر لینا چاہئے۔

قریبا ایک گھنٹہ اس کام میں صرف ہوا تھا۔ اور غزالہ آئینے میں اپنی شکل دیکھ کر متحیر رہ گئی تھی۔

تم تو واقعی بڑے باکمال آدمی ہو۔ اس نے ہنسکر کہا۔ میں خود بھی اپنے آپ کو نہیں پہچان سکتی۔ اور تمہاری شکل بھی بالکل بدل گئی ہے۔

مجھے اس حرکت سے وحشت ہوتی ہے۔ لیکن کبھی کبھی اس کے بغیر کام بھی نہیں چلتا۔

ان کے فرشتے بھی ہمیں نہ پہچان سکیں گے۔ اور میں ایک ایک کی بوٹیاں نوچوں گی۔

جوش مسرت سے اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

وہ گاڑی میں بیٹھ گئے۔ عمران نے انجن اسٹارٹ کیا۔ غزالہ اس کو بڑے غور سے دیکھے جا رہی تھی۔

تم نے آخر مجھے یوریشئین کیوں بنا دیا ہے؟۔ اس نے تھوڑی دیر بعد سوال کیا۔

جہاں ہم چل رہے ہیں۔ وہاں بھی ایک سفید غیر ملکی عورت موجود ہے۔ آپ بے جوڑ نہیں لگیں گی۔

وہ کون ہے؟۔

میری ایک جاننے والی۔۔۔

اور تم سچ مچ کرسچیئن نہیں ہو۔

آپ کا خیال درست ہے۔

تمہارا اصل نام کیا ہے؟۔

مجھے یاد ہی نہیں کہ میرا اصل نام کیا تھا؟۔

لیکن چہرے پر حماقت کیوں طاری کئے رہتے ہو؟۔

طاری کئے رہتا ہوں۔۔۔ عمران نے حیرت سے کہا۔ کمال کرتی ہیں آپ بھی ارے خدا نے شکل ہی ایسی بنائی ہے۔

میں یقین نہیں کر سکتی کیونکہ میں نے تمہیں جنگل والی عمارت میں ان لوگوں سے لڑتے بھی دیکھا تھا۔ اس وقت تمہاری شخصیت بالکل بدل گئی تھی۔

غراتے وقت کتوں کی بھی بدل جاتی ہے۔

تم بہت نڈر ہو۔۔۔۔ تمہیں اس کی پرواہ بھی نہیں ہوتی کہ مقابلہ کتنے آدمیوں سے ہے۔

کوئی کتا غضب ناک ہو جانے کے بعد یہ نہیں دیکھتا۔

خود کو کتا کیوں ثابت کئے جا رہے ہو؟۔

ثابت کرنے کی ضرورت ہی نہیں سب کچھ عیاں ہے۔

یعنی آخر کار تم بھی دھوکا دو گے؟۔

کتے دھوکا نہیں دیا کرتے۔ لیکن دھوکے والی بات میری سمجھ میں نہیں آئی؟۔

کچھ نہیں۔ یونہی زبان سے نکل گیا تھا۔ ایسے حالات میں خود اپنی ذات پر یقین کرنے کو دل نہیں چاہتا۔

لیکن اس کتے کی ذات پہچان لیجئے۔ دھوکا اس کی سرشت میں نہیں ہے اگر آپ کے ڈیڈی زندہ ہوتے تو حسب وعدہ پورے خلوص کے ساتھ انہیں اس چکر سے نکال لینے کی کوشش کرتا۔

یک بیک وہ پھر مضمحل ہو گئی تھی۔ شہر پہنچ کر گاڑی کا رخ اس علاقے کی طرف ہو گیا۔ جہاں اوپری طبقے کے لوگ آباد تھے۔ لق ودق لان والی بڑی عمارتیں تھیں۔ اور دن کے وقت بھی ایسا سناٹا طاری تھا جیسے آدھی رات گزر گئی ہو۔ اگر بعض سڑکوں پر کچھ گاڑیاں دوڑتی ہوئی نظر نہ آتیں تو ایسا لگتا جیسے وہ کسی شہر کی تصور کا کوئی جزو بن کر رہ گئے ہوں۔۔۔۔

ایک بڑی عمارت کی کمپاؤنڈ میں انکی گاڑی بھی داخل ہوئی اور سیدھی پورچ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

برآمدے میں ایک سفید فام عورت نے انکی پذیرائی کی تھی۔

جولیانا فٹزواٹر۔ عمران نے تعارف کرایا۔ اور یہ مس غزالہ جیلانی ہیں۔

جولیا نے پرتپاک خیر مقدم کیا تھا۔ غزالہ کی ٹریجڈی سے واقف تھی۔ اس لیے اسے عمران کے ساتھ دیکھ کرنا مناسب رویہ اختیار نہیں کیا تھا۔ وہ انہیں اندر لے آئی۔

غزالہ نے غسل کیا تھا۔ جو لباس جولیا نے فراہم کیا تھا وہی پہننا پڑا۔ وہ لباس کی حد تک ابھی تک ماڈرن نہیں بن سکی تھی۔ شلوار سوٹ یا ساڑی استعمال کرتی تھی۔ لیکن اس وقت بلاوز اور اسکرٹ پہننی پڑی تھی۔ سخت الجھن محسوس ہو رہی تھی۔ پنڈلیاں ننگی تھیں۔

کھانے کی میز پر خاموشی رہی تھی۔ قریبا ساڑھے بارہ بجے چوہان اور خاور آئے تھے۔

غزالہ آرام کرنے دوسرے کمرے میں جا چکی تھی۔

کیا خبر ہے؟۔ عمران نے خاور سے پوچھا۔

کوئی خاص نہیں۔ جسکا ریوالور تھا اس کی تلاش جاری ہے۔ سردار واجد نام ہے۔

یہ تو بے حد خاص ہے۔ عمران نے کہا۔ یہ نام سیٹھ جیلانی کے قریبی دوستوں کی فہرست میں موجود ہے۔

اور دوسری خبر یہ ہے کہ ابھی تک واضح طور پر یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ خان ضرغام کی موت کس طرح واقع ہوئی۔ علامات زہر کی ہیں۔ لیکن معدے میں زہر کا سراغ نہیں ملا۔ ابھی تک فیصلہ نہیں ہو سکا کہ زہر جسم میں کس طرح داخل ہوا۔

اس کی فکر نہ کرو۔ پولیس کس رفتار سے کام کر رہی ہے؟۔

کام تو ٹھیک ٹھاک ہی ہے۔ لیکن زیادہ باریک بینی سے کام نہیں لیا جا رہا۔ تین دوست مختلف ذرائع سے مارے گئے۔ ایک غائب ہے۔ اب ان سے پوچھ گچھ کی جا رہی ہے جو نزدیک یا دور دوستوں کے زمرے میں آتے ہیں۔

میرے پاس بھی چھ سات نام ہیں۔ عمران بولا۔ چوہان نے اپنی جیب سے ایک فہرست نکالی اور کئی نام لینے کے بعد بولا۔ پولیس اب تک ان لوگوں سے پوچھ گچھ کر چکی ہے۔

عمران نے بھی غزالہ کے لکھئے ہوئے نام نکالے تھے۔۔۔

یہ دو نام ہے۔ چوہان ایک جگہ انگلی رکھتا ہوا بولا۔ اس سلسلے میں اہم معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے بارے میں یہاں کے لوگ اچھی رائے نہیں رکھتے۔

منشیات کی سمگلنگ کا شبہ کیا جاتا ہے ان پر۔۔۔۔ لیکن پولیس آج تک ان پر ہاتھ نہیں ڈال سکی۔

عمران نے ان دونوں ناموں پر نشان لگائے تھے۔

کتیا کے بچوں کا کیا قصہ تھا؟۔ خاور بولا۔

یار تم پھر میرے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کی کوشش کر رہے ہو۔ عمران برا سامنہ بنا کر بولا۔

مسٹر اینڈ مسسز عمران کے بچے کہو۔ جولیا بول پڑی۔

تم کیوں جلتی ہو۔ لاکھ مسلمان سہی دوسری شادی نہیں کر سکتا۔ عمران لڑاکی عورتوں کے سے انداز میں بولا۔

شٹ اپ۔ کہہ کر جولیا اس کمرے سے چلی گئی۔

یہ خواہ مخواہ سر ہو رہی ہے۔ ہونہہ۔ عمران ان دونوں کو گھورتا ہوا بولا۔

تو تم نہیں بتاؤ گے؟۔ چوہان نے کہا۔

ابھی بچوں کو جوان ہونے دو۔

کیا تمہارا نشانہ بابا سگ پرست تو نہیں۔۔۔۔۔؟ خاور بولا۔ یہ تینوں مرنے والے بھی اس کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔

بابا سگ پرست کے پاس ایک بھی دیسی کتا نہیں ہے۔ عمران سر ہلا کر بولا۔ ہپ معاملہ دیسی کتیا کے بچوں کا ہے۔

اور جذبہ حب الوطنی کے تحت تمہیں بابا سگ پرست کی یہ حرکت ناگوار گزری ہے کہ اس کے پاس دیسی کتے نہیں ہیں۔

جو دل چاہے سمجھ لو۔

خیر۔۔۔ دیکھیں گے۔ محکمے کا بجٹ کتا خصوصی کی نذر ہو رہا ہے۔

عمران کے چہرے پر ایسا تاثر نظر آیا تھا جیسے کسی طرح بھی اصل بات بتا دینے پر آمادہ نہ ہوگا۔ وہ دونوں خاموشی سے اسے دیکھتے رہے۔

محکمے کی بجٹ کی فکر ہے تم نے اسی کے لیے گھر سے یہاں تک اتنا پٹرول پھونک دیا۔

عمران تھوڑی دیر بعد سر ہلا کر بڑبڑایا۔

ہمیں ایکس ٹو سے ہدایت مل چکی ہے کہ یہیں ٹھہریں۔

اور مجھ پر رعب جمانے کی ہدایت ضرور ملی ہوگی؟۔

نہیں۔۔۔ جناب کے احکامات بجالائیں۔ خاور آنکھ مار کر بولا۔

آنکھ مارنے کا شکریہ۔ عمران نے بڑی لجاجت سے کہا۔

لہذا فرمائیے کہ کیا حکم ہے ہمارے لیے؟۔

فی الحال اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ مجھے اپنی نگرانی میں رکھو۔

کیا مطلب؟۔

بے حد چالاک اور باخبر لوگ ہیں۔ ایکسٹو کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں۔ دو بار ان کے ہتھے چڑھ چکا ہوں۔ تیسری بار نہیں بخشیں گے۔

یعنی اب جناب کے باڈی گارڈز کے فرائض انجام دینے پڑیں گے ہم کو۔

یہی سمجھ لو۔ لیکن اس احتیاط کے ساتھ کہ انہیں تمہارے باڈی گارڈز ہونے کا شبہ بھی نہ ہو سکے۔ ابھی تک تو وہ یہی سمجھتے رہے ہیں کہ میں تنہا ہوں۔ پہلی بار قابو میں کر کے چھوڑ دینے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ وہ ہمارے متعلق اندازہ لگانا چاہتے تھے۔

میں سمجھ گی۔ چوہان سر ہلا کر بولا۔ ہمارے توسط سے ہمارے چیف تک پہنچنا چاہتے ہیں۔

اسی طرح جیسے میں جیلانی کے توسط سے اصل آدمی تک پہنچنا چاہتا تھا۔ تم نے ان دونوں کو دیکھا بھی ہے یا نہیں؟۔

کن دونوں کو؟۔

شہریار اور داود کو؟۔

نہیں۔ لیکن ان کی قیام گاہوں سے واقف ہیں۔

ارے ٹھہرو۔ خاور چوہان کی طرف دیکھ کر بولا۔ وہ ہمارے چیف کو بے نقاب کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے یہ حضرت کتیوں کو بچے جنواتے پھر رہے ہیں۔ کیا بات ہوئی؟۔

یار، اس چکر میں مت پڑو۔ جو کہہ رہا ہوں اس پر دھیان دو۔ مجھ سے بھی جو کچھ کہا گیا تھا۔ وہی کیا ہے میں نے۔ میں نے تو اس سے یہ تک نہیں پوچھا کہ اسکے بعد کتیا سے کیا سلوک ہونا چاہیئے۔

خیر۔۔۔۔۔۔۔ خیر۔۔۔۔ تم یہ بتاؤ کہ اسی میک اپ میں مستقل رہو گے؟۔

کسی تبدیلی سے پہلے مطلع کردوں گا۔ عمران نے کہا۔

وہ دونوں اس کمرے سے چلے گئے تھے۔ عمران وہیں بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر بعد جولیا آئی اور قریب ہی کھڑی اسے گھورتی رہی۔

اس لڑکی کے بارے میں تم نے کیا سوچا ہے؟۔ اس نے تھوڑی دیر بعد سوال کیا۔

بس یہی کہ ان لوگوں کے ہاتھ نہ لگنے پائے۔

ایکس ٹو نے مجھے بھی یہیں رکے رہنے کو کہا ہے۔

مجھے اطلاع دینے کی کیا ضرورت ہے؟۔

اس لیے کہ مجھے تمہارا پابند رہنا پڑے گا۔ وہ برا سا منہ بنا کر بولی۔ اور عمران نے مسکرا کر کہا۔ کوئی نئی بات نہیں ہے ہمیشہ سے یہی ہوتا آیا ہے۔

مجھے کیا کرنا ہوگا؟۔

لڑکی کی دیکھ بھال۔ اسی عمارت تک محدود رہ کر۔ عمارت سے باہر قدم بھی نہیں نکالو گی۔

لڑکی زیادہ تر تمہاری ہی ذکر کرتی رہی تھی۔

دوسروں کی نالائقی کی ذمہ داری مجھ پر تو نہیں ہے۔

تم اس معاملے میں محتاط نہیں رہتے۔ وہ تیز لہجے میں بولی۔ لوگ خواہ مخواہ غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

پتہ نہیں وہ کون لوگ ہیں۔ مجھ سے تو ابھی تک ملاقات نہیں ہوئی؟۔

جہنم میں جاو۔۔۔۔ وہ پھر بھنا کر وہاں سے چلی گئی۔

شام کو عمران تنہا روانہ ہوا تھا۔ مرسڈیز گاڑی اب بھی اس کے پاس تھی۔ ذرا ہی دیر میں اس طویل وعریض عمارت کی طرف جا نکلا جہاں بابا سگ پرست کا قیام تھا۔ گاڑی کی رفتار کم کر دی تھی۔ کمپاونڈ کے پھاٹک کے قریب پہنچ کر گاڑی کے انجن نے غیر معمولی شور مچایا تھا اور بند ہو گیا تھا۔ وہ نیچے اترا اور بونٹ اٹھا کر انجن کا جائزہ لینے لگا۔ سڑک کی دوسری طرف ایک اعلی درجے کا رستوران تھا جس کے قریب اس نے خاور کی گاڑی رکتے دیکھی۔

پندرہ منٹ تک وہ ایسی حرکتیں کرتا رہا تھا جیسے انجن کی خرابی دور کر دینے کی سعی کر رہا ہو۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ سلاخ دار پھاٹک سے کمپاونڈ کے اندر کا جائزہ لیتا رہا تھا۔۔۔۔ کمپاونڈ میں کوئی نہ دکھائی دیا۔ حتی کہ کوئی کتا بھی نہیں۔ ویسے اس کی معلومات کے مطابق اس عمارت میں درجنوں کتے موجود تھے۔ ایک آدھ کو تو کمپاونڈ میں ہونا چاہیئے تھا۔ پندرہ منٹ کے عرصے میں اس نے کسی کتے کو بھونکتے بھی نہیں سنا تھا۔ یہاں کی دوسری عمارتوں کی طرح یہ عمارت بھی سنسان معلوم ہوتی تھی۔

وہ گاڑی کو آگے بڑھا لے گیا۔ اب ان اطراف میں رکنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ اندھیرا پھیل جانے کے بعد اس نے گاڑی ایک جگہ کھڑی کر دی۔ اور پیدل اسی عمارت کی طرف پلٹ آیا پڑا۔ اب تو ادھر کا نقشہ ہی کچھ اور تھا۔ پھاٹک کے آس پاس پندرہ بیس گاڑیاں کھڑی نظر آئیں۔ کچھ گاڑیوں میں ڈرائیور بھی موجود تھے۔ اس کا یہ مطلب تھا کہ جو کچھ سوچا تھا اس پر عمل کرنا فی الحال دشوار ہو گیا تھا۔ جس جگہ کمپاونڈ وال پر چڑھ کر ایک گھنے درختوں تک پہنچنا تھا

وہاں بھی دو گاڑیاں کھڑی تھیں اور ان کے اندر ڈرائیور اونچی آوازوں میں مصروف گفتگو تھے عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ اور سڑک پار کر کے رستوران کی طرف بڑھ گیا۔ تاوقتیکہ گاڑیاں وہاں سے ہٹ نہ جاتیں وہ اپنی اسکیم کیمطابق آغاز کار نہ کر پاتا۔ لہذا اسے حالات کے بدلنے کا انتظار تو کرنا ہی تھا۔

رستوران میں داخل ہوا۔ بہتیری میزیں خالی پڑی تھیں۔۔۔۔۔ ایک کھڑکی کے قریب والی میز منتخب کی۔ یہاں سے سامنے والی عمارت کے پھاٹک پر تو نظر رکھ ہی سکتا تھا کہ کب کوئی نئی گاڑی آئی اور کونسی رخصت ہوگئی۔

رستوران کا ماحول خوشگوار اور طمانیت بخش تھا۔ مدھم مدھم سی روشنی میں ہلکی سی موسیقی بڑی خوشگوار لگ رہی تھی۔۔۔۔۔ موسیقی کا آہنگ اتنا بلند نہیں تھا کہ آس پاس کی دوسری آوازیں نہ سن سکتا۔ قریبی میز ایک خوبصورت جوڑے کے قبضے میں تھی۔ دونوں ہی جوان اور زندگی سے بھرپور نظر آتے تھے۔ لڑکی بات بات پر قہقہے لگا رہی تھی۔۔۔۔ عمران کبھی موسیقی کی طرف توجہ دیتا اور کبھی ان کی باتیں سننے لگتا۔ ویٹر نے جلد ہی اس کی میز کا رخ کیا تھا۔ اپنا آرڈر پلیس کر کے عمران نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی اور کنکھیوں سے کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔ اچانک ایک چھوٹا سا آدمی پھاٹک سے برآمد ہوا تھا۔ اور دوڑ کر سڑک پار کرتا ہوا رستوران میں گھس آیا تھا۔ اندر داخل ہو کر لڑکھڑایا اور منہ کے بل فرش پر گر گیا۔

یہ ایک سرخ وسفید بونا تھا۔ قد تین فٹ سے زیادہ نہ رہا ہوگا۔ قریب کھڑے ہوئے ویٹر نے اسے دوبارہ اٹھنے میں مدد دی تھی۔ لوگ کرسیوں سے اٹھ اٹھ کر اسے دیکھنے لگے تھے۔

ارے یہ تو لٹل نی ہے۔ قریب میز والے نوجوان نے کہا۔

کیا تم اسے جانتے ہو؟ لڑکی نے پوچھا۔

وہ بھی مجھے جانتا ہے۔ نوجوان بولا۔

ویٹر نے اسے اٹھا کر کاونٹر کے قریب والے اسٹولوں میں سے ایک پر بٹھا دیا تھا۔

کیا اس حد تک جانتے ہو کہ تمہارے مدعو کرنے پر ہماری میز پر آجائے؟ لڑکی نے کہا۔ میں نے آج تک کسی بونے کو بولتے نہیں سنا۔

غلط کہہ رہی ہو، ابھی پچھلے دنوں سرکس میں۔۔۔۔۔

میرا مطلب تھا کہ میں نے کبھی کسی بونے سے گفتگو نہیں کی۔

ذرا سے اشارے پر چلا آئے گا۔ کیونکہ تم اس میز پر موجود ہو۔

میں نہیں سمجھی؟۔

عورتوں کا رسیا ہے۔۔۔۔۔ فرانسیسی ہے نا۔

فرانسیسی؟ لڑکی کے لہجے میں حیرت تھی۔

اور یورپ کی کئی زبانیں بول سکتا ہے۔

تو پھر اسے بلاو۔

نوجوان اٹھ کر کاونٹر کی طرف بڑھ گیا۔ بونے کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی طرف

متوجہ کیا تھا۔ کچھ کہتا رہا تھا پھر اپنی میز کی طرف اشارہ کیا تھا۔ وہ مڑ کر دیکھنے لگا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ اسٹول پر سے کود پڑا تھا۔ عجیب سا تاثر تھا اس کے چہرے پر۔۔۔۔۔ دونوں تیزی سے میز کے قریب آئے تھے۔

نوجوان نے تعارف کرایا۔ مس روزی۔۔۔۔ اور موسیو لٹل نی۔

اس نے لڑکی سے مصافحہ کیا اور بولا۔ لٹل نی نام نہیں ہے۔ یہ خواہ مخواہ کہلاتا ہوں۔ اب اتنا چھوٹا بھی نہیں ہوں۔ رتیگی رولاں نام ہے۔

پھر وہ اچھل کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ جس سے نوجوان اٹھا تھا۔ نوجوان دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔

بونا بڑی ندیدی نظروں سے لڑکی کو دیکھے جا رہا تھا۔ پھر وہ لڑکی سے بولا۔ مس روزی میں اس وقت بہت بدحواس ہوں۔ ورنہ بڑے خوشگوار انداز میں ہماری یہ ملاقات ہوتی۔

تم بدحواس کیوں ہو موسیو رولاں؟ ۔ نوجوان نے پوچھا۔

تم بھی بدحواس ہو جاؤ گے مسٹر ندیم اگر کسی عورت کو موت کے روپ میں دیکھ لو۔

ارے واہ۔ بڑی عجیب بات کہی تم نے؟ ۔ لڑکی مسکرا کر بولی۔

میں نے دیکھا ہے۔ قسم کھاتا ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ ایک ایک کا ہاتھ پکڑ کر اس کے بارے میں بتاتا پھروں۔

ضرور بتاؤ ہم سنیں گے۔ نوجوان نے کہا۔

سانپ نے اسے ڈسا اور خود مر گیا۔

شاعری کر رہے ہو۔ لڑکی پھر ہنس پڑی۔

حقیقت بیان کر رہا ہوں مامو زئیل۔

کہاں ہے۔ ایسی عورت؟ ۔ نوجوان نے پوچھا۔

وہیں جہاں میں رہتا ہوں۔

تمہارا مطلب ہے اس خبطی بوڑھے کی کوئی لڑکی بھی ہے۔

لڑکی نہیں ہے۔ اس کی سکرٹری ہے۔ خدا کی پناہ۔ کئی راتیں ڈراونے خواب دیکھ کر گزارنی پڑیں گی۔

تو سانپ نے سے ڈسا اور خود مر گیا؟ ۔

ویٹر عمران کی طلب کردہ اشیا لے آیا تھا۔ وہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ بونا کہہ رہا تھا۔

یقین کرو۔۔۔۔ سانپ مر گیا۔۔۔۔ لیکن وہ زندہ ہے۔

ہو سکتا ہے سانپ مرنے والا ہی ہو۔

اس طرح وہ چوبیس گھنٹوں میں دو سانپ مار ڈالتی ہے۔

لڑکی نے بلند آہنگ قہقہہ لگایا۔

میں بکواس نہیں کر رہا مامو زئیل۔۔۔۔ سانپ کا زہر اس کا نشہ ہے۔

اوہ۔ وہ خوف زدہ انداز میں ہونٹ سکوڑ کر رہ گئی۔

مجھے یہ سب کچھ نہیں کہنا چاہئے تھا۔ بونا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ مگر میں کیا کروں۔

میرے خوابوں کا شیش محل چکنا چور ہو گیا۔

میں نہیں سمجھا۔ نوجوان کے لہجے میں حیرت تھی۔

میں اسے چاہتا تھا۔ چپکے چپکے محبت کرتا تھا۔ آج اظہار عشق کیا تو ہنس پڑی کہنے لگی تم مر جاوگے۔ اور تب اس نے خود کو سانپ سے ڈسوایا تھا۔

پھر تمہاری کیا حالت ہوئی تھی؟۔

میرا دل ٹوٹ گیا تھا۔ وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ مجھے وہاں کی کوئی بات باہر نہ کہنی چاہیے۔ لیکن اس ناکامی نے مجھے پاگل کر دیا ہے۔

عجیب عجیب چیزیں پال رکھی ہے اس خبطی نے بھی۔ نوجوان بولا۔

وہ حیرت انگیز قوتوں کا مالک ہے۔ ہو سکتا ہے جو کچھ میں یہاں بیٹھ کر کہہ رہا ہوں اسے وہ سن رہا ہو۔

اتنی دور بیٹھ کر؟۔

ہاں وہ ایسا ہی ہے۔ میں اس سے بہت ڈرتا ہوں۔

آخر وہ ہے کیا چیز؟۔

خدا نے اسے کسی خاص مشن پر دنیا میں بھیجا ہے۔

میں اس عورت کو دیکھنا چاہتی ہوں۔ لڑکی نے پر اشتیاق لہجے میں کہا۔

وہ مجمع میں نہیں آتی۔ الگ تھلگ رہتی ہے۔

بوڑھے کی محبوبہ ہے؟۔ نوجوان نے پوچھا۔

اس کی محبوبہ ہوتی تو میں اظہار عشق کی جرات ہی نہ کر سکتا۔ وہ حسن سے بھی متاثر نہیں ہوتا۔ ساری دنیا میں امن قائم کرنے کے لیے ایک بہت بڑا منصوبہ رکھتا ہے۔

اچھا۔ نوجون نے حیرت سے کہا۔ کیا ہے وہ منصوبہ؟۔

مجھے دنیا کے امن سے کوئی دلچسپی نہیں۔ بونا برا سا منہ بنا کر بولا۔ اس لیے یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ منصوبہ کیا ہے۔

تم شادی کیوں نہیں کر لیتے؟۔

میں محبت کرنا چاہتا ہوں۔

تو پھر تمہاری ہی جیسی کوئی تلاش کی جائے۔

کیا مطلب۔۔۔؟۔ وہ کرسی سے کود پڑا۔ شاید طیش میں آ گیا تھا۔

ارے ارے۔۔۔ بیٹھو بیٹھو۔

ہرگز نہیں۔۔۔ تم میری توہین کر رہے ہو۔ میں اپنے ذہن میں بہت بلند ہوں۔ تم سب چھچھورے اور ذلیل ہو۔

ارے۔۔۔ ارے۔۔۔

کن احمقوں سے بات کر رہے ہو۔ دفعتا عمران فرانسیسی میں بولا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بہت ذہین ہو۔ مجھے تو ذہنی دیو معلوم ہوتے ہو۔

وہ چونک کر عمران کی طرف مڑا۔ اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھتا رہا پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

میں تمہیں اپنے ساتھ بیٹھنے کی دعوت دیتا ہوں۔ ہم خوبصورت عورتوں کی باتیں کریں گے۔ عمران نے کہا۔

بہت دنوں کے بعد اپنی زبان سنی ہے۔ دل تمہاری طرف کھینچ رہا ہے۔ بونا پر مسرت لہجے میں بولا۔

تو پھر آجاو۔۔۔۔ مجھے فرانس اور فرانسیسی زبان سے عشق ہے۔

وہ جوڑا ہونقوں کی طرح منہ پھاڑے کبھی کبھی لٹل فی کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی عمران کی طرف۔ وہ ان کے پاس سے ہٹ کر عمران کی میز پر آگیا۔

میرا نام عبدالمنان ہے۔ عمران مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

میں رتیگی رولاں۔۔۔۔ کچھ لوگ لٹل فی بھی کہتے ہیں۔ اس نے گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

کافی میں شریک ہوجاو۔ یا پھر کہو تو بار کی طرف چلیں۔ عمران نے کہا۔

نہیں۔ میں گھر سے باہر شراب نہیں پیتا۔

یہ ہوئی شائستگی کی بات۔ عمران سر ہلا کر بولا۔

تم بالکل میری ہی طرح فرانسیسی بول سکتے ہو۔

بہت دن گزارے ہیں فرانس میں۔ بچپن سے لیکر جوانی تک۔۔۔۔ تم شاید کسی زہریلی عورت کی بات کر رہے تھے۔۔۔۔ تمہیں اس پر حیرت ہے۔ لیکن میرے لیے یہ قطعی حیرت انگیز نہیں۔ کیونکہ ہمارے یہاں زمانہ قدیم میں بھی یہ فن موجود تھا۔

فن۔۔۔۔۔۔ کیسا فن؟۔

زہریلی عورتیں بنانے کا فن۔ وہ وش کنیائیں کہلاتی تھی اور ان کا کام یہی ہوتا تھا کہ وہ دشمن کے کیمپ کے اہم ترین آدمیوں کی اموات کا باعث بنیں۔

اوہ۔۔۔ مجھے علم نہیں تھا۔

تم نے کہاں دیکھی ایسی عورت؟۔

مجھے افسوس ہے کہ میں یہ نہ بتا سکوں گا۔

تمہارہ اپنی مصلحت۔ میں تمہیں اس پر مجبور نہیں کروں گا۔ میں تو صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ اسی طرح زہریلے مرد بھی بنائے جاسکتے ہیں۔ اور میرے لیے یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔

زہریلے مرد بنائے جاسکتے ہیں؟۔ لٹل فی نے اسکی طرف جھک کر آہستہ سے پوچھا۔

ہاں۔ میں نے ان تدبیروں کے بارے میں بھی پڑھا ہے۔

مجھے بتاو۔

زبانی یاد نہیں۔ اس کے لیے تمہیں میرے گھر تک چلنا پڑے گا۔

مجھے اس رستوران سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

کسی کے ملازم ہو؟۔

وہ۔۔۔ ادھر۔۔۔ اس عمارت میں رہتا ہوں۔ اس نے کھڑکی سے باہر اشارہ کیا۔

وہاں ۔۔۔ وہاں تو شاید وہ رہتا ہے جس کے پاس درجنوں کتے ہیں ۔۔۔۔ بابا سگ پرست؟۔

ہاں ہاں۔۔۔ میں اسی حیرت انگیز آدمی کا ملازم ہوں۔

وہاں کیا کام کرتے ہو؟۔

کتوں کے امراض کا ماہر ہوں۔

تب تو اس کے لیے اچھی خاصی اہمیت رکھتے ہوگے۔ لیکن آخر اس نے تم پر اتنی بے ہودہ پابندی کیوں لگا رکھی ہے؟۔

اس کی اپنی کوئی مصلحت ہوگی۔

خیر چھوڑو ۔۔۔ اب ہم خوبصورت عورتوں کی باتیں کریں گے۔ عورت میری بھی کمزوری ہے۔ مجھے یہ مرض فرانس ہی سے ملا تھا۔

میں نہ جانے کب سے اس کے لیتے تڑپ رہا تھا۔ لیکن وہ زہریلی نکلی۔

اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ میں سمجھ گیا۔ وہ بھی وہیں رہتی ہے جہاں تم ہو؟۔

اب تم سمجھ ہی گئے ہو تو یہی بات ہے۔

اس کے زہر سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ وہ یہ کہ تم بھی زہریلے ہوجاو۔

اس کے لیے کتنا عرصہ درکار ہوگا؟۔

کم از کم چھ ماہ۔۔۔ میں تمہیں وہ کتاب دوں گا۔ لیکن کیا فائدہ تمہیں فارسی تو آتی نہ ہوگی؟۔

کیا تم میرے لیے صرف اسی موضوع کے اہم ترین حصوں کا ترجمہ نہیں کرسکو گے؟۔

ممکن ہے۔۔۔ لیکن کیا تم چوری چھپے بھی وہاں سے نہیں نکل سکتے؟۔

اسے کسی نہ کسی طرح خبر ہوجائے گی۔

کیا میں وہاں آکر تم سے مل سکتا ہوں؟۔

وہاں جس کا دل چاہے آسکتا ہے۔ لیکن ملاقات صرف بابا سے ہوگی۔ مجھ سے نہیں مل سکو گے۔

تب پھر کل یہیں ملاقات ہوگی۔ جتنا ترجمہ کرسکا لیتا آؤں گا۔

یہ تو بڑی اچھی بات ہوگی۔ اپنی گرل فرینڈ کو بھی ساتھ لانا میں تم دونوں کو انٹرٹین کروں گا۔ لٹل فی نے کہا۔

مگر یہ کتنی بڑی بدنصیبی ہے کہ تم کہیں نہیں جاسکتے۔ میں تمہارے ہی ملک کی ایک ایسی عورت سے واقف ہوں جو تمہیں دیکھتے ہی پاگل ہوجائے گی۔

میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتے ہو؟۔

تمہیں دیکھ کر پاگل ہوجائے گی۔ اور اس وقت تک پاگل ہوجائے گی جب تک کہ تم

اسے حاصل نہ ہو جاو۔

کیا میرا مذاق اڑانے کوشش کررہے ہو؟۔

ابھی تک تو تم ذہانت کی باتیں کررہے تھے۔ عمران نے بھی ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

کیا وہ عورت میری ہی جیسی ہے؟۔

نہیں، میری جیسی ہے۔ عمران نے کہا۔

مجھے یقین نہیں آتا۔

میں تمہیں یقین دلا بھی نہ سکوں گا کیونکہ تم میرے ساتھ چل نہیں سکو گے۔

تب پھر وہ اتنی ہی بدصورت ہوگی کہ کوئی اس کی طرف توجہ نہ دیتا ہوگا؟۔

اتنی خوبصورت ہے کہ اس کے قریب پہنچتے ہی تمہاری زبان بند ہو جائے گی اسے عرصہ سے کسی سفید فام بونے کی تلاش ہے۔

کیا وہ یہاں اسی رستوران میں نہیں آسکتی؟۔

یعنی وہ خود چل کر تمہارے پاس آئے گی۔ نہیں دوست۔۔۔۔ وہ ایسی بھی نہیں ہے۔

بونا تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ اگر تم مجھ سے یہاں ملو تو میں تمہیں بتا دوں گا کہ۔۔۔۔

وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو کر عمران کو غور سے دیکھنے لگا۔

شاید اندازہ کرنے کی کوشش کررہے ہو کہ میں سچا ہوں یا جھوٹا۔ عمران مسکرا کر بولا۔

نہیں، یہ بات نہیں۔ میں تمہیں کل بتاؤں گا کہ چل سکوں گا یا نہیں۔

تم بتاؤ یا نہ بتاؤ کل تو مجھے آنا ہی ہے۔ میں نے تم سے وعدہ کیا ہے ترجمہ کرلانے کا۔ اس عورت کی بات تو یونہی نکل آئی تھی۔

کیا وہ تمہاری گرل فرینڈ ہے؟۔

نہیں ہم ایک ہی لائبریری سے اپنی پسند کی کتابیں لایا کرتے ہیں۔ اور بس۔ کبھی کبھار کسی موضوع پر گفتگو بھی ہو جاتی ہے۔ ایک بار اس نے اپنے اس کومپلکس کا بھی ذکر کیا تھا۔

میں کوشش کروں گا کہ تمہارے ساتھ چل سکوں۔ عامرہ کے زہریلے پن کی وجہ سے میرا دل ٹوٹ گیا ہے۔۔۔۔۔

مجھے یقین ہے کہ وہ اس کا بدل ثابت ہوگی۔ عمران نے کہا۔ لیکن تم اس کا تذکرہ کسی سے نہیں کروگے۔

اگر تذکرہ کیا تو پھر وہاں سے نکل آنے کی کوئی سبیل نہ ہوگی۔ بونا کچھ سوچتا ہوا بولا۔ میرا مالک میری نگرانی شروع کردے گا۔

آخر وہ تمہیں کہیں جانے کی اجازت کیوں نہیں دیتا؟۔

میں نے کبھی جاننے کی کوشش ہی نہیں کی کیونکہ مجھے ابھی تک اس پابندی پر غصہ نہیں آیا۔

کافی ٹھنڈی ہوگئی تھی۔ انہوں نے باتوں کی رو میں اس کی طرف دھیان ہی نہیں دیا تھا۔

عمران نے ویٹر کو دوبارہ طلب کرنا چاہا۔ لیکن وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ نہیں اب مجھے جانا

چاہیئے۔۔۔تمہاری اس مہربانی کا ایک بار پھر شکریہ۔۔۔تو میں کل کس وقت یہاں تمہارا انتظار کروں؟۔

میں تو شام ہی کو آ سکوں گا۔ عمران نے کہا۔

ٹھیک ہے۔۔۔سات بجے میں تمہارا منتظر رہوں گا۔

وہ اٹھا اور رستوران سے نکل گیا۔ پھر عمران نے کھڑکی سے اسے دیکھا تھا۔ وہ سڑک پار کر کے سامنے والی عمارت کی کمپاونڈ میں داخل ہو گیا تھا۔۔۔۔۔

عمران سوچ کر آیا تھا کہ کسی نہ کسی طرح اس عمارت میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا لیکن اس ملاقات کے بعد اس نے ارادہ ملتوی کر دیا۔

☆

لٹل فی نے سیدھے اپنے کمرے کی طرف نکل جانا چاہا لیکن عقب سے بوڑھے کی آواز آئی۔ پہلے ادھر۔

وہ چونک کر مڑا۔ بوڑھا راہداری کے وسط میں کھڑا اسے گھورے جا رہا تھا۔ وہ خوفزدہ سے انداز میں اس کی طرف بڑھا۔ بوڑھا بائیں جانب مڑ کر ایک کمرے میں داخل ہو چکا تھا۔ لٹل فی کسی فالتو کتے کی طرح اس کے پیچھے پہنچ گیا۔

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہاری فرانسیسی مجھ تک نہیں پہنچ سکتی؟۔ بوڑھا اسے گھورتا ہوا بولا۔۔۔۔۔لٹل فی تھوک نگل کر رہ گیا۔

جواب دو۔۔۔۔تم نے اجنبیوں سے عامرہ کا ذکر کیوں کیا؟۔

مم۔۔۔میرے حواس بجا نہ تھے۔

اس صورت میں تمہیں میرے پاس آنا چاہیئے تھا۔ تم باہر کیوں نکل بھاگے تھے؟۔

میرا دل ٹوٹ گیا تھا۔

کتوں کے ساتھ بندھوا دوں گا اگر بکواس کی۔۔۔تمہیں میری روحانی قوتوں پر یقین نہیں ہے؟۔

یقین ہے یور ہو ہائی نس۔

وہ تمہیں کہاں لے جانا چاہتا تھا؟۔

یہ نہیں بتایا اس نے۔

اچھا واپس جاو۔۔۔۔اگر اب بھی وہاں موجود ہو تو اس سے کہنا کہ باہر جانے کی اجازت مل گئی ہے۔

اوہ۔۔۔تو کیا۔۔۔میں اس کے ساتھ جاوں گا؟۔

ابھی اور اسی وقت۔۔۔۔

بہت بہت شکریہ۔۔۔۔ہائی نس۔

بوڑھا مسکرا کر بولا۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارا ٹوٹا ہوا دل پھر سے جڑ جائے۔

لٹل فی اچھلتا کودتا ہوا بھاگ نکلا تھا۔

رستوران میں داخل ہوا لیکن وہ میز خالی تھی۔ ویٹر سے پوچھا۔ اس نے بتایا کہ بس ابھی ابھی نکلا ہے۔

وہ تیزی سے باہر نکلا تھا۔ صدر دروازے کے قریب کھڑے ہوئے ایک آدمی نے اس سے پوچھا۔ کیا اسے تلاش کر رہے ہو جس کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے؟۔

ہاں۔۔۔ ہاں۔

وہ بیچارہ ادھر گڑھے میں بیٹھا قے کر رہا ہے۔ باہر نکلتے ہی طبیعت خراب ہوگئی تھی۔

اوہ۔۔۔ وہ تیزی سے اس گڑھے کی طرف بڑھا۔ جو رستوران کے بائیں جانب میں تھوڑے ہی فاصلے پر تھا۔

اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ وہ بے دھڑک گڑھے میں اترتا چلا گیا تھا۔ پھر اچانک کسی نے اسے دبوچ لیا۔ ساتھ ہی اوپر سے فائروں کی آوازیں آنے لگی تھیں۔

یہ کیا ہوگیا اس نے سوچا اور پھر کنپٹیوں پر پڑنے والے دباو نے اسے کچھ سوچنے کے قابل بھی نہ رہنے دیا۔ ذہن تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔ اور فائروں کی آوازیں بھی اندھیرے میں مدغم ہوگئی تھی۔

پھر ہوش آیا تھا تو فوری طور پر یاد نہ آسکا کہ وہ اس کا کمرہ نہیں ہے۔ ذہن اس تاریکی میں جست لگائی جو کچھ دیر پہلے اس کے حواسوں پر طاری ہو رہی تھی۔ گڑھے میں اترنا یاد آیا۔۔۔۔ پھر کسی کا حملہ۔۔۔۔ اور کنپٹیوں پر دباو اور وہ فائروں کی آوازیں۔۔۔۔۔ لٹل فی اچھل کر بیٹھا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پتہ نہیں کہاں آ پہنچا تھا۔ وہ آدمی کون تھا؟۔ جس نے اسے گڑھے میں بھیجا تھا؟۔ تو کیا اسکے ساتھ سازش ہوئی تھی لیکن کیوں؟۔ کہیں وہ تیمور کے آدمیوں کے ہتھے تو نہیں چڑھ گیا تھا جسے اس نے خان ولا میں بوڑھے کے حکم سے گولی ماردی تھی۔

بستر سے اترا ہی تھا کہ دروازے کا ہینڈل گھوما۔ اور کوئی اندر داخل ہوا۔ بونے کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں وہ ایسا ہی حسین چہرہ تھا۔

تم ہوش میں آگئے؟۔ آنے والے نے فرانسیسی میں سوال کیا۔

لل۔۔۔ لیکن۔۔۔۔ کیوں؟۔ بونا ہکلا کر رہ گیا۔

میں اپنی پسندیدہ چیزیں ہر حال میں حاصل کر لیتی ہوں۔ عورت نے کہا۔ اس کی آواز بونے کے کانوں میں رس گھول رہی تھی۔

اوہ۔۔۔ اوہ۔۔۔۔ خدایا۔ تو تم وہ ہو جس کا ذکر اس نے کیا تھا؟۔

ہاں۔ وہ میرا اسیکرٹری ہے۔ میں نے کئی دن ہوئے تمہیں اسی رستوران میں دیکھا تھا۔

اوہ۔۔۔ اچھا۔۔۔۔

میرے سیکرٹری نے غلط نہیں کہا تھا کہ میں تم جیسے لوگوں کے لیے پاگل ہو جاتی ہوں۔

مم۔۔۔ میری خوش قسمتی۔

میرے آدمیوں کو خاصی جدوجہد کرنا پڑی ہے۔ تمہیں یہاں لانے کے لیے۔ تمہارے باس کے آدمی تمہاری نگرانی کر رہے تھے۔ انہیں روکے رکھنے کے لیے میرے آدمیوں کو فائرنگ بھی کرنی پڑی۔۔۔ ان کا خیال ہے کہ انہوں نے کم از کم تین آدمیوں کو زخمی کیا ہے۔

مم۔۔۔ میرے لیے؟ لٹل فی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

فی الحال تمہیں آرام ضرورت ہے۔۔۔ سو جاو۔

بہت اچھا۔۔۔ بہت اچھا۔۔۔ وہ لجاجت سے بولا۔

اگر رات کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو اس گھنٹی کا بٹن دبا دینا۔۔۔۔

ضرور۔۔۔ ضرور۔۔۔۔

شب بخیر۔۔۔ اس نے کہا اور کمرے سے چلی گئی۔۔۔ لٹل فی کے چہرے پر پسینے کی بوندیں پھوٹ آئی تھیں۔۔۔ دھم سے بستر پر گرا اور کسی تھکے ہوئے چوپائے کی طرح ہانپنے لگا۔

* * *

بوڑھا مضطربانہ انداز میں مسلسل ٹہلے جا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں گہرے تفکر کی پرچھائیاں تھیں۔ اتنے میں ایک آدمی اس کی اجازت حاصل کر کے کمرے میں داخل ہوا۔

کیا ہوا؟ بوڑھے نے پوچھا۔

کوئی سراغ نہیں ملا جناب۔ کون تھے۔۔۔ کہاں سے آئے تھے اور کدھر چلے گئے۔۔۔۔ ہمارے دو آدمی زخمی ہیں۔۔۔۔ وہی دونوں جو لٹل فی کی نگرانی کر رہے تھے۔ جیسے ہی لٹل فی رستوران سے نکل کر بائیں بازو کی طرف بڑھا، صدر دروازے کے قریب کھڑے ہوئے ایک آدمی نے نگرانی کرنے والوں پر فائر کر دیا۔ وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے تو سڑک کی دوسری جانب سے بھی کسی نے فائر کیا۔ ہمارے دوسرے آدمی بھی دوڑ پڑے۔ لیکن ذرا ہی سی دیر میں نہ کہیں لٹل فی کا پتہ تھا۔۔۔ اور نہ ان لوگوں کا جنہوں نے فائرنگ کی تھی۔

بوڑھا کچھ نہ بولا۔ آہستہ آہستہ اس کے چہرے سے فکرمندی کے آثار غائب ہو گئے اور وہ مسکرا کر بولا۔ مجھ سے بچ کر کہاں جائیں گے۔

ہم اپنی کوتاہی پر شرمندہ ہیں جناب۔ ہم سمجھے تھے شاید ایک ہی آدمی سے سابقہ ہے۔ لہذا میں نے دو آدمیوں کو لٹل فی کی نگرانی پر لگا دیا تھا۔

فکر مت کرو۔۔۔ اس وقت جو کچھ بھی ہوا ہے۔۔۔ اچھا ہی ہوا ہے۔ اب اندازہ ہو گیا ہے کہ وہ تنہا نہیں ہے۔۔۔ اس کے کچھ اور ساتھی بھی آ گئے ہیں۔

اب ہمارے لیے کیا حکم ہے؟

آرام کرو۔ صبح بتاوں گا کہ اب کیا کرنا ہے۔

وہ چلا گیا اور بوڑھے نے فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف سے فوراہی جواب ملا تھا۔

کون ہے؟۔ بوڑھے نے پوچھا۔

اشرف جناب۔

درانی کہاں ہے؟۔

آرام کر رہے ہیں جناب۔

اسے فون پر بلاو۔

بہت بہتر جناب۔

بوڑھا ریسیور کان سے لگائے کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر بعد نیند میں ڈوبی ہوئی ہوئی سی آواز آئی۔ یس سر۔

اتنی جلدی سو گئے تھے؟۔

طبیعت کچھ خراب ہو گئی ہے جناب۔۔۔۔۔۔ ٹمپریچر ہے۔

اچھا یہ بتاو۔۔۔۔ کبھی لٹل فی بھی آیا تھا تمہاری طرف؟۔

جی ہاں۔ بس کیا عرض کروں۔

کیا بات ہے؟۔

کبھی کبھی آتا رہا ہے یہاں۔۔۔۔ میری ایک لیبارٹری اسسٹنٹ سیکرٹری کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ بس یہاں والوں کے لیے دلچسپی کا ایک موضوع ہاتھ آ گیا تھا۔ وہ خود ہی اسے بلواتے تھے اور یہاں آکر وہ اس لیبارٹری اسسٹنٹ کے پیچھے دوڑتا رہتا تھا۔۔۔

حالانکہ ایسا نہ ہونا چاہئے تھا۔ بوڑھے نے سرد لہجے میں کہا۔

میں نے بہت کوشش کی تھی کہ ایسا نہ ہو لیکن وہ لیبارٹری اسسٹنٹ خود ہی مزے لیتی تھی۔ اسے سر پر چڑھایا تھا۔

اچھی بات ہے۔۔۔۔۔ تو جتنی جلد ممکن ہو۔ وہ سب کچھ وہاں سے ہٹا دو۔ نمبر سات میں لے جاو۔

اس وقت۔۔۔۔؟ دوسری طرف سے متحیرانہ انداز میں پوچھا گیا۔

ہاں، اسی وقت۔۔۔۔ ورنہ دشواری میں پڑو گے۔ وہ جگہ بالکل خالی کر دو۔

لل۔۔۔ لیکن جناب عالی۔

یہ بے حد ضروری ہے۔ لٹل فی ہاتھ سے نکل گیا ہے اور تم جانتے ہی ہو کہ فی الحال ہم کن دشواریوں میں پڑے ہوئے ہیں؟۔

مجھے علم ہے جناب۔

بس تو پھر جلدی کرو۔۔۔۔۔ ابھی اور اسی وقت۔

بہت بہتر جناب۔

بوڑھے نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور پھر ٹہلنے لگا۔ دو تین منٹ بعد اس نے پھر ریسیور اٹھایا تھا۔ پھر کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور جواب ملنے پر بولا۔ شہریار اور داود سے کہو کہ جتنی جلدی ممکن ہو۔ نمبر گیارہ میں پہنچ جائیں ۔۔۔۔ ایک بار پھر سنو! نہیں نمبر گیارہ میں پہنچنا ہے۔ کنجی صدر دروازے کی بائیں جانب والے پام کے گملے کے نیچے ملے گی ۔۔۔۔ ریسیور رکھ کر تیزی سے اس راہداری میں داخل ہوا تھا۔ جہاں اوپری منزل کے زینے تھے۔ زینے طے کر کے وہ اوپری منزل پر پہنچا تھا۔

ایک کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کیا اور روشنی کا سوئچ آن کر دیا۔ کمرہ کیا تھا اچھا خاصا اسلحہ خانہ تھا ۔۔۔۔ جو لباس پہن رکھا تھا اسے اتار کر جسم پر بلٹ پروف لگانے شروع کئے اور ذرا ہی سی دیر میں از منہ وسطی کا کوئی جنگجو نظر آنے لگا۔ پھر سیاہ رنگ کا سوٹ پہنا تھا اور سر پر کچھ ایسی وضع کا چرمی خود چڑھایا تھا کہ آنکھوں، ناک اور دہانے کے علاوہ چہرے کے بقیہ حصے چھپ گئے تھے۔ اسی ہیئت میں اگر کوئی اسے دیکھ پاتا تو آسانی سے نہ پہچان سکتا۔

وہاں سے وہ عقبی پارک میں آیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد واٹر کول انجن والی ایک موٹر سائیکل عقبی پارک سے نکلی اور چکر کاٹ کر سڑک پر آ گئی۔ پھر وہ طوفانی رفتار سے کسی نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔ بوڑھا کسی فولادی مجسمے کی طرح اس کی سیٹ پر جما ہوا تھا ۔۔۔۔ کچھ دیر بعد موٹر جیلانی کے بنگلے کے سامنے والی زیر تعمیر بستی میں داخل ہوئی تھی۔ ایک جگہ اس نے موٹر سائیکل روکی۔ انجن بند کیا اور اتر کر ایک جانب پیدل چل پڑا۔ کچھ دیر بعد ایک ایسی عمارت کی پشت پر پہنچ کر رک گیا۔ جو دوسرے عمارتوں سے الگ تھلگ واقع ہوئی تھی ۔۔۔۔ چند لمحے ادھر ادھر اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا دیوار کے قریب پہنچا۔ یہاں ایک چھوٹا سا دروازہ تھا۔ اس کا قفل کھول کر اندر داخل ہوا۔

یہ ایک مکمل عمارت تھی۔ اور اس کے ایک کمرے میں روشنی بھی نظر آ رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ زینوں کی طرف بڑھتا رہا۔ بڑی احتیاط سے چھت پر پہنچا تھا۔ اور روشندان سے اس کمرے میں جھانکنے لگا تھا۔ جس میں روشنی نظر آ رہی تھی۔

شہریار اور داود ایک میز کے گرد ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے نظر آئے اور انکے رخ براہ راست روشندان کی طرف نہیں تھے۔ دونوں کسی مسئلے پر بڑی سرگرمی سے گفتگو کر رہے تھے۔

اس نے ونٹیلیٹر کو تھوڑا سا اٹھا کر اپنا بایاں کان اس سے لگایا۔ اور ان کی آوازیں بخوبی اس تک پہنچنے لگیں۔ داود کہہ رہا تھا۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ ہمیں کچھ دنوں کے لیے شاہ دارا چھوڑ ہی دینا چاہئے۔

ہم دونوں ایک ہی کشتی پر سوار ہیں۔ شہریار بولا۔ لیکن میں یہاں سے ہٹ جانے کا مشورہ ہرگز نہیں دوں گا۔ کیا تم سمجھتے ہو اسے علم نہ ہو گا کہ ہم کہاں ہیں؟۔

اگر ہم محتاط رہیں تو علم نہیں ہونے پائے گا۔

خیال ہے تمہارا۔ اس کے وسائل محدود نہیں ہیں۔ شاہ دارا میں بیٹھے بیٹھے ہر طرف کی خبر رکھتا ہے۔ ورنہ اسے کیسے معلوم ہو سکتا کہ سر سلطان نے اپنے طور پر کوئی نیا محکمہ ترتیب دیا ہے

جبکہ سر سلطان کے علاوہ اور کسی کو اسکا علم نہیں۔

سوال تو یہ ہے کہ اس وقت ہم یہاں کیوں طلب کئے گئے ہیں؟۔

اوہ۔ شہر یار کی آواز آئی۔ میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ اپنی کوٹھی ہی پر کیوں نہیں بلایا؟۔

کوئی خاص ہی بات معلوم ہوتی ہے۔

سنو۔۔۔۔۔ مجھے تو وحشت ہو رہی ہے۔۔۔۔ وہ براہ راست خود بھی تو ہمیں فون کر سکتا تھا۔ کسی کے ذریعے سے فون کرانے کی کیا ضرورت تھی؟۔

یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم کسی اور کے طلب کرنے پر یہاں آئے ہیں؟۔

ہاں۔ میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔

کس کے طلب کرنے پر۔۔۔۔۔؟

خدا جانے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میں دس منٹ اور انتظار کروں گا۔ پھر اس کے بعد ہم یہاں نہیں رکیں گے۔

بوڑھے نے جیب سے پستول نکالا۔۔۔ اس پر سائیلنسر فٹ کیا ونیٹلیٹر کو اٹھا کر شہر یار کی کنپٹی کا نشانہ لیا۔ پوزیشن ایسی تھی کہ فوری طور پر داود کو بھی نشانہ بنا سکتا۔۔۔۔ ہلکی سی آواز ہوئی اور شہر یار جھٹکے سے دوسری طرف الٹ گیا۔ داود بوکھلا کر اٹھ ہی رہا تھا کہ دوسری آواز ہوئی اور وہ اچھل کر شہر یار سے کسی قدر فاصلے پر جا گرا۔ کمرے سے ہاتھ پیر پٹخنے کی آوازیں آ رہی تھیں اور بوڑھا دوسری جیب ٹٹول رہا تھا۔ اس بار اس نے ایک سیاہ پرس نکالا اور روشن

دان کے کمرے میں پھینک دیا۔

پھر وہ بڑے اطمینان سے وہاں سے رخصت ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے مرغابیوں کا شکار کر کے واپس جا رہا ہوں۔

جس راستے سے اندر آیا تھا اسی سے واپس ہوا۔

☆

دوسری صبح بونے کو پر تکلف ناشتہ کرایا گیا۔ عمران اس کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ سامنے جولیا فٹز واٹر تھی۔

تمہارا باس آخر کس قسم کا آدمی ہے؟۔ جولیا نے بونے سے پوچھا۔

خدا جانے۔ کہتا ہے کہ کتے کا پجاری ہوں۔ اور میری روحانی قوت کا یہ عالم ہے کہ میں ہزاروں میل کی باتیں گھر بیٹھے سن لیتا ہوں۔

پیشہ کیا ہے؟۔

کتے پالتا ہے۔۔۔ اور منشیات کا بیوپاریوں سے اس کے بہت اچھے تعلقات ہیں۔

ساری دنیا میں امن قائم کرنے کا ایک عظیم الشان منصوبہ بنایا ہے اس نے۔

کیسا منصوبہ؟۔

چرس کے بیوپاریوں میں اس کی تبلیغ کرتا ہے۔

منصوبہ بھی تو بتاؤ؟۔

وہ کہتا ہے کہ ہزار سال کے جابرانہ نظاموں کے دباؤ کی وجہ سے انسانی ذہن بہت زیادہ مشتعل ہوگیا ہے اور ساتھ ہی ان نظاموں سے نکلنے کی تدبیریں بھی سوچتا رہا ہے۔ اس طرح اس کے اعصاب بہت متحرک ہوگئے ہیں۔ لہذا اگر انہیں کسی طرح پرسکون کردیا جائے تو دنیا جنت بن جائے گی لوگ فرشتوں کی طرح زندگی بسر کریں گے۔

اوہ تو کیا اس نے ایسا کوئی طریقہ دریافت کرلیا ہے؟۔ عمران نے سوال کیا۔

کیوں نہیں۔۔۔۔ نہایت آسان طریقہ۔۔۔۔ اس کا کہنا ہے کہ چرس کو معمولی تمباکو کی طرح ساری دنیا میں عام کردیا جائے۔ معمولی سگرٹوں کی جگہ چرس فروخت کئے جائیں۔ وہ چرس کا اسی طرح احترام کرتا ہے۔ جیسے ہم بائیبل کا کرتے ہیں۔

خود بھی چرس پیتا ہوگا؟۔

نہیں۔ اسے کسی چیز سے بھی نشہ نہیں ہوتا۔

مگر مجھے اس سے ایک شکایت ہے۔ عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

تمہیں کیا شکایت ہے؟۔

اس میں حب الوطنی کی کمی ہے۔ غیر ملکی اقسام کے کتے بھر رکھے ہیں۔ ان میں ایک بھی دیسی نہیں ہے۔

بونا زور سے ہنسا۔ یہی تو تم نہیں جانتے۔ کوئی بھی نہیں جانتا۔

میں کیا نہیں جانتا؟۔

اس کے پاس سارے کتے دیسی ہیں۔ ایک بھی حقیقتاً کسی غیر ملکی نسل سے تعلق نہیں رکھتا۔

شاید تم نے بھی چرس پی رکھی ہے۔ عمران برا مان جانے کی ایکٹنگ کرتا ہوا بولا۔

نہیں دوست۔ میں حقیقت بیان کررہا ہوں۔ دیسی کتوں کے ننھے ننھے پلے غیر ملکی نسلوں میں تبدیل کردیئے جاتے ہیں۔

ناممکن۔ عمران میز پر ہاتھ مار کر بولا۔

یقین کرو میرے دوست۔ بہت بڑی تجربہ گاہ ہے۔ سائینسی آلات سے لیس کتوں کے پلے تجرباتی دور سے گزارے جاتے ہیں۔ بتدریج ان کی قسم تبدیل ہوتی رہتی ہے اور وہ کسی دوسری نسل کے کتوں کی شکل میں جوان ہوجاتے ہیں۔

کیا میں واقعی اس پر یقین کرلوں ماموزئیل۔۔۔۔؟ عمران نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میں آدمی کے چہرے سے اس کے کردار کا اندازہ لگا سکتی ہوں۔ موسیو رولاں جھوٹے نہیں ہیں۔۔۔۔ جولیا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ اور بونے کی آنکھیں فرط مسرت سے چمکنے لگیں۔

کیا میں اس تجربہ گاہ کو دیکھ سکتا ہوں موسیو رولاں؟۔ عمران بولا۔

سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ باس اس سلسلے میں خاصی رازداری برتتا ہے۔ اسے علم نہیں ہے کہ میری رسائی کس طرح تجربہ گاہ تک ہوگئی تھی۔

اگر تم مجھے اس جگہ کا پتا بتا دو تو میں اپنے طور پر دیکھ لوں گا۔

کیا حرج ہے؟۔ جولیا بونے کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

تم کہتی ہو تو ضرور بتا دوں گا۔ بونا سر ہلا کر بولا۔

عمران نے اس کا بتایا ہوا پتہ نوٹ کیا تھا۔

اب یہ کتنی بڑی دشواری ہے کہ تم میرے ساتھ باہر نہیں جا سکتے۔ جولیا نے بونے سے کہا۔

مجھے خود بھی افسوس ہے۔ لیکن میرا باہر نکلنا مناسب نہ ہوگا۔ باس کے آدمی میری تلاش میں ہوں گے۔

تو کیا وہ تمہیں مجھ سے چھین لے جائیں گے اگر دیکھ لیا؟۔

مجھے گولی مار دیں گے۔ جن حالات میں تم تک پہنچا ہوں وہ باس کے لیے چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسے خوف ہوگا کہ کہیں میں اس کے اندرونی معاملات کی اطلاع دوسروں تک پہنچنے کا باعث نہ بن جاوں۔

تو وہ غیر قانونی حرکات کا مرتکب بنتا رہتا ہے۔

میں نہیں جانتا کہ یہاں کونسی حرکت قانونی ہے اور کونسی غیر قانونی۔

اچھی بات ہے تو تمہاری خاطر میں بھی گھر ہی تک محدود ہو کر رہ جاونگی۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کس طرح اپنی خوش قسمتی پر ناز کروں۔

اوہ۔۔۔ مجھے خوشی ہے کہ تم بھی فرانسیسی ہو۔

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی تھی اور عمران اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا آیا تھا۔

چوہان کی کال تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ داود اور شہریار بھی مار ڈالے گئے۔

کب۔۔۔ اور کہاں۔۔۔؟ عمران نے طویل سانس لے کر پوچھا۔

نور بستی کی ایک عمارت میں۔۔۔ آج صبح۔۔۔۔۔۔ وہ عمارت مقفل تھی۔ آج صبح پانچ بجے بستی کے چوکیدار نے دروازہ کھلا دیکھا۔۔۔ اسے شک ہوا۔۔۔ اندر پہنچا تو دونوں کی لاشیں ملیں۔۔۔ سیاہ رنگ کا ایک پرس بھی لاشوں کے قریب ملا ہے۔ اس پرس میں سردار واجد کا شناختی کارڈ پایا گیا ہے۔

عمارت کس کی ملکیت ہے۔

داود کے نام پر کرائے پر حاصل کی گئی تھی۔۔۔ مالک سردار گڑھ میں رہتا ہے۔

وہاں پائے جانے والے پرس سے متعلق پولیس کی کیا رائے ہے؟۔

ابھی معلوم نہیں ہوسکا۔ معلوم کرنے کی کوشش کر رہی ہے کہ پرس دونوں مقتولوں میں سے کسی کا ہے۔۔۔ یا اسی کا ہے جس کا شناختی کارڈ اس میں موجود ہے۔

مجھے باخبر رکھنا۔۔ کہہ کر عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

واپس آیا تو دیکھا کہ بونا ناشتے کی میز ہی پر سر رکھ کر سو گیا ہے۔ اور جولیا اس کے سامنے بیٹھی اخبار دیکھ رہی ہے۔

عمران نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے پھر جولیا کو گھورتا ہوا بولا۔ یہ کیا ہوا؟۔

بس، باتیں کرتے کرتے سو گیا۔ جولیا اخبار سے نظر ہٹائے بغیر بولی۔

کافی میں کیا تھا؟۔

سفوف بے ہوشی۔۔۔

کیا بیوقوفی ہے۔

جولیا نے اخبار میز پر رکھ دیا۔ اور دانت پیس کر بولی۔ اس مضحکے کے لیے میں ہی رہ گئی تھی؟۔

سب چوپٹ کر دیا۔ ابھی اس سے بہت سی باتیں کرنی تھیں۔

اسے یہاں سے لے جاو۔ ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گی۔

یہیں رہے گا۔ اگر تم اسے اپنی فراست سے ہینڈل نہ کر سکیں تو پھر کس مرض کی دوا ہو۔

ایکس ٹو کی ٹیم میں۔۔۔ برکت کے لیے تو رکھی نہیں گئی ہو۔

تمہیں شرم آنی چاہئے۔

تمہارا مزاج یہیں کی۔۔۔ عورتوں سا ہوتا جا رہا ہے۔ لہذا میرا مشورہ ہے کہ ریٹائرمنٹ

کی درخواست دے کر کسی مقامی سیٹھ سے منگنی کرلو۔

جہنم میں جاو۔ کہتی ہوئی وہ کرسی سے اٹھ گئی۔ لیکن عمران راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔

ہٹو سامنے سے۔۔۔۔۔ ورنہ تھپڑ مار دوں گی۔ جولیا نے کہا لیکن فوراً ہی سنبھل گئی کیونکہ غزالہ دروازے کے قریب کھڑی نظر آئی تھی اور اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے۔

جولیا تیزی سے مڑی اور اس کے قریب ہی سے نکلی چلی گئی۔ غزالہ عمران کی طرف بڑھ آئی۔

یہ عورت تم سے بہت بے تکلف معلوم ہوتی ہے؟۔

خالہ ہے نا۔

کیا مطلب؟۔

اس قدر مقامی رنگ چڑھ گیا ہے اس پر کہ خالہ معلوم ہونے لگی ہے۔

پھر بھی میں سمجھ نہیں سکتی۔ تمہارے منہ پر تھپڑ مارنے کو کہہ رہی تھی؟۔

تم نا آجاتیں تو مار بھی دیتی۔

اور تم برداشت کرتے ہو؟۔

ہماری چیف کی سر چڑھی ہے۔ اس لیے سبھی برداشت کرتے ہیں۔

یہ جانور کہاں سے پکڑ لائے ہو؟۔ وہ بونے کی طرف دیکھ کر بولی۔

بس ہاتھ آ گیا۔ ان لوگوں کے بارے میں کچھ جانتا ہے۔۔۔ دشواری یہ ہے کہ باتیں

کرتے کرتے گہری نیند سو گیا ہے۔

مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے قانون کے محافظ ان کے آگے بے بس ہو گئے ہوں۔

میرے احساسات بھی اس سے مختلف نہیں ہیں۔۔۔۔ آج ان دونوں کی لاشیں بھی ملی ہیں۔

کن کی۔۔۔؟ وہ بوکھلا گئی۔

شہریار اور داود کی لاشیں پولیس کو ملی ہیں۔ تمہارے بنگلے کے سامنے والی آبادی نور بستی کی کسی عمارت میں۔۔۔

اور۔۔۔ وہ سردار واجد؟۔

سردار واجد۔۔۔ معمہ بن گیا ہے۔۔۔ اگر وہی قاتل ہے تو حد درجہ دیدہ دلیر ہے کہ ہر موقع واردات پر اپنی کوئی نہ کوئی نشانی ضرور چھوڑ جاتا ہے۔ خان ولا میں پستول چھوڑ گیا تھا۔ اور یہاں ان دونون لاشوں کے قریب ایک ایسا پرس پڑا ملا ہے جس میں سردار واجد کا شناختی کارڈ موجود تھا۔۔۔۔

میرا خیال ہے کہ تمہارا ہی نظریہ درست ہے۔۔۔ کوئی اور ہی سردار واجد کو اصل مجرم بنا کر پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور ہوسکتا ہے اسے ختم بھی کر دیا ہو۔

بہر حال جو کوئی بھی ہے۔ بری طرح بوکھلایا ہوا ہے۔ اور عنقریب کوئی ایسی غلطی کریگا کہ پوری طرح ہماری گرفت میں آ جائے گا۔ فی الحال وہ چن چن کر ایسے لوگوں کو ٹھکانے لگائے

سے رہا ہے جن سے اس کی نشاندہی ہو جانے کا امکان ہو۔

تم کیا کر رہے ہو؟۔

میں فی الحال اس بونے کو اسٹڈی کر رہا ہوں۔ یہ کتوں کے امراض کا ماہر ہے اور ملازم ہے بابا سگ پرست کا۔

پتہ نہیں کیوں مجھے یقین ہو گیا ہے کہ ان ساری حرکتوں کی پشت پر وہی ہے۔ نہ جانے کس طرح ڈیڈی ملوث ہوئے ہوں گے۔

عمران کچھ نہ بولا۔ ڈیڈی کا ذکر زبان پر لاتے ہی وہ کچھ مضمحل سی ہو گئی تھی۔

اب دیکھو کب جاگتا ہے۔ عمران بونے کی طرف پر تشویش نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

تم اس سے کیا معلوم کر سکو گے۔ میری دانست میں یہ کسی ایسی حیثیت کا حاصل نہیں ہوسکتا۔

دیکھیں گے۔ ابھی اس سے گفتگو ہی نہیں کر سکا۔

نہ جانے کیوں وہ عورت۔۔۔۔۔ جولیانا۔۔۔۔ مجھے تمہاری طرف سے برگشتہ کر دینے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔

ارے اس کی بات نہ کیجئے۔ وہ تو خود مجھے میری طرف سے برگشتہ کر دینے پر تلی بیٹھی ہے۔ بچپن میں اپنی والدین کے درمیان جھگڑا کراتی رہتی ہے۔

بیکار باتیں نہ کرو۔ میں بچی نہیں ہوں۔ پتہ نہیں مجھے کس طرح برداشت کر رہی ہے۔

میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا؟۔ عمران نے حیرت سے کہا۔

تمہارے قریب کسی دوسری عورت کو نہیں دیکھ سکتی۔ میں نے یہی محسوس کیا ہے۔

آپ عورت کی بات کرتی ہیں۔ پچھلے سال اس نے میری بھینس کے ساتھ بہت برا برتاو کیا تھا۔ رات کو چپکے سے رسی کھول دی۔ اور وہ نہ جانے کس طرف نکل گئی۔

آج تک پتہ نہیں چل سکا۔

بھینس کا تم کرتے ہی کیا؟۔ غزالہ نے مضمحل سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

بھینس ہی کچھ نہ کچھ کرتی میرا۔ عمران مایوسی سے بولا۔

پھر دیوانگی طاری ہونے لگی۔ ابھی تو اچھی خاصی باتیں کر رہے تھے؟۔

اوہ۔۔۔ اب میں اسکا کیا کروں؟۔ اس نے لٹل فی کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اسی طرح پڑا رہنے دوں یا اٹھا کر بستر پر لٹا دوں؟۔

تمہارا دردسر ہے۔ میں کیا جانوں۔ غزالہ نے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی عمران اسے ہوش میں لانے کی تدبیر شروع کر دی تھیں۔۔۔۔ جولیا پھر آ گئی۔ عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔ تم نے اچھا نہیں کیا۔

تمہارے جاتے ہی وہ میرے حسن کی تعریف کرنے لگا تھا۔

اس پر تو تمہیں نشہ ہو جانا چاہئے تھا؟۔

فضول باتیں نہ کرو۔۔۔۔ یہ مجھے اتنا اہم نہیں معلوم ہوتا۔۔۔ اس کے توسط سے تم اس

بوڑھے کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں کر سکو گے۔

میں عموماً بنجر زمینوں پر کاشت کرتا ہوں اور کچھ نہیں تو کانٹے دار پودے ہی اگا لیتا ہوں۔۔۔ اور وہ کانٹے میرے لیے خون کی بوندیں فراہم کر دیتے ہیں۔

بکواس کرنے کے علاوہ اور کسی قابل نہیں ہو۔

میں اسے جلد از جلد ہوش میں لانا چاہتا ہوں۔۔۔۔ تم سیاہ کافی تیار کر دو۔

وقت ضائع کر رہے ہو۔۔۔۔۔ کہتی ہوئی وہ کمرے سے نکل گئی تھی۔

دس پندرہ منٹ کی جدوجہد کے بعد عمران اسے جگا دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ جولیا کافی تیار کر لائی تھی۔

مم۔۔۔ مجھے پتا نہیں کیا ہو گیا تھا۔ لٹل فی شرمندگی ظاہر کرتا ہوا بولا۔ اور اس طرح رہ رہ کر آنکھیں پھاڑنے لگا تھا جیسے خود بھی جاگتے رہنے کی جدوجہد میں مصروف ہو۔

عمران نے کپ میں کافی انڈیلی تھی اور اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ فکر نہ کرو۔ کبھی کبھی ہو جاتا ہے ایسا بھی۔

پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں باتیں کرتے کرتے سو گیا ہوں۔

جسم انسانی میں تبدیلیاں ہوتی ہی رہی ہیں۔ یہ کوئی ایسی پریشانی کی بات نہیں۔

پھر بھی تشویش ہو گئی ہے۔ لٹل فی نے جولیا کی طرف دیکھ کر کہا۔ مجھے ان خاتون سے ندامت ہے۔ پتہ نہیں انہوں نے میرے بارے میں کیا سوچا ہو۔

کچھ بھی نہیں۔ جولیا ہنس کر بولی۔ کبھی کبھی میری بھی یہی کیفیت ہو جاتی ہے اگر بور کرنے والی باتیں ہو رہی ہوں۔

عمران نے جولیا کو وہاں سے جانے کا اشارہ کیا اور لٹل فی کے لیے مزید کافی انڈیلی تھی۔

کیا تم فرانس واپس جانا چاہتے ہو؟۔ اس نے کچھ دیر بعد لٹل فی سے سوال کیا اور لٹل فی چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

کیا تمہیں میری اس بات سے صدمہ پہنچا؟۔ عمران نے خفت ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

نن۔۔۔ نہیں۔۔۔ صدمہ کیوں؟۔ لیکن وہاں میری کیا حیثیت ہوگی۔ میرے پاس باقاعدہ طور پر میڈیسن کی ڈگری ہے۔ لیکن فرانس میں مجھے پیٹ پالنے کے لیے سرکس میں نوکری کرنی پڑی تھی۔ یہاں میں معالج ہوں کتوں ہی کا سہی۔

مادام میوری کے ساتھ گئے تو اب تمہاری دوسری حیثیت ہوگی۔

اوہ۔ مادام کے ساتھ تو میں جہنم میں بھی جانے کے لیے تیار ہوں۔ میرے پاسپورٹ کی حال ہی میں تجدید ہوئی ہے۔ مادم میوری جب چاہیں مجھے اپنے ساتھ فرانس لے جاسکتی ہیں۔

میں انہیں یہ خوشخبری سنادوں گا۔ عمران نے کہا اور پر تشویش نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو؟۔

اس سوچ میں ہوں کہ آخر دیسی کتے کے پلے غیر ملکی اقسام میں کیسے تبدیل ہو جاتے ہوں گے؟۔

میرے لیے بھی حیرت انگیز ہے لیکن ایسا ہوتا ضرور ہے۔

اتنے پلے کہاں سے فراہم ہوتے ہیں؟۔

خصوصا اس موسم میں کتیا جگہ جگہ بچے دیتی پھرتی ہیں۔ وہی اٹھوا لیے جاتے ہیں۔

اف فوہ۔۔۔ میں بھی کتنا بیوقوف ہوں۔ اتنے سامنے کی بات نہ سوجھی۔

کوئی بات نہیں۔ کبھی کبھی ہم بہت سیدھی سادھی باتیں بھی بڑے گھماو پھراو کے ساتھ سوچتے ہیں۔

جب تمہارا باس اس تجربہ گاہ کو پردہ راز میں رکھنا چاہتا ہے تو تم وہاں تک کیسے پہنچے ہوگے؟۔

مجھے بانو وہاں لے گئی تھی۔

بانو کون ہے؟۔

ڈاکٹر درانی کی لیبارٹری اسسٹنٹ ہے۔

کیا مجھے اس کا پتہ نہیں بتاؤ گے۔ شاید وہی مجھے وہاں کی سیر کرا سکے؟۔

پتہ ضرور بتاؤں گا۔ لیکن وہ تمہیں وہاں نہیں لے جائے گی۔ میری اور بات تھی۔ سب کے لیے جانا پہچانا تھا۔

میں کوئی صورت نکال لوں گا۔ تم پتا بتادو؟۔

لٹل فی نے اس کا پتہ عمران کو لکھوا دیا تھا۔

☆

بانو کہیں باہر جانے کے لیے اپنے فلیٹ سے نکلی تھی۔ خاصی خوش شکل اور اسمارٹ سی لڑکی تھی۔ پڑوسیوں میں خوش مزاج اور زندہ دل سمجھی جاتی تھی۔۔۔۔ خصوصیت سے بچے اسے گھیرے رہتے تھے۔ کیونکہ وہ انہی کی سطح پر آ کر ان کے مشاغل میں حصہ لیتی تھی۔

اس وقت بھی باہر نکلی تو آس پاس کے بچے گھیر کر کھڑے ہو گئے۔ اگر وہ شاپنگ کے لیے جا رہی تھی تو وہ بھی اس کے ساتھ جانا چاہتے تھے۔

اپنی ممیوں سے اجازت لے آو۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ بانو نے کہا۔

اس کا فلیٹ عمارت کے گراونڈ فلور پر تھا۔ وہ دروازے کے پاس سے ہٹ کر کھلے میں نکل آئی اور بچوں سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔ ان بچوں کے گھر والے اپنی اپنی کھڑکیوں میں کھڑے ہنس رہے تھے کہ اچانک اسی دوا ساز کمپنی کی ایک گاڑی سامنے آ رکی جس میں بانو ملازم تھی۔ بچے گاڑی کو پہچانتے تھے۔ کیونکہ وہ روزانہ صبح وہاں آتی تھی اور بانو کو کمپنی کی لیب تک پہنچاتی تھی۔ آج اتوار تھا۔ لہذا اس کا آنا بھی خلاف معمول ہی تھا۔ لیکن بچوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ اب تو کوئی دشواری ہی نہیں رہی وہ اسی گاڑی پر انہیں بازار تک لے جا سکے گی۔

بانو گاڑی کی آمد پر حیرت ظاہر کر رہی تھی۔ ڈرائیور گاڑی سے اتر کر اس کے قریب آیا اور اطلاع دی کہ ڈاکٹر درانی نے طلب کیا ہے۔ لیکن یہ نہ بتا سکا کہ اس خلاف معمول بلاوے کا مقصد کیا ہے۔

بچوں کو سمجھا بجھا کر وہ گاڑی کی طرف بڑھی تھی۔ ڈرائیور کی سیٹ کے برابر ایک اجنبی بیٹھا نظر آیا۔ بانو نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

یہ کون ہے؟۔ اس نے آہستہ سے ڈرائیور کو مخاطب کیا۔

میرا بھائی ہے جی۔۔۔ گاوں سے آیا ہے۔ ڈرائیور بولا۔ میں نے کہا اسی بہانے سے شہر بھی گھما دوں۔

تم نے اچھا کیا۔ لیکن اپنی طلبی سمجھ میں نہیں آئی؟۔

پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ ڈرائیور سر ہلا کر بولا۔ مجھے معلوم ہوتا تو ضرور بتا دیتا جی۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا تھا جی۔۔۔۔۔ کہ آپ کو لے آوں۔

پچھلی سیٹ میں ایک پر بیٹھتے ہوئے ایک بار پھر اس نے اجنبی کے چہرے کا جائزہ لیا۔۔۔ خدوخال کی بناوٹ کے اعتبار سے وہ کوئی اچھا آدمی نہیں لگا تھا لیکن وہ بہر حال تن بہ تقدیر بیٹھی رہی۔

گاڑی میں حرکت آئی تھی۔ لیکن بانو نے جلد ہی محسوس کر لیا تھا کہ وہ مقررہ راستے پر نہیں جا رہی؟۔ اس نے ڈرائیور سے پوچھا۔

جی بس۔ شارٹ کٹ۔ جلدی پہنچیں گے۔

وہ خاموش ہو رہی۔ لیکن پھر جب وہ گاڑی کو کچے میں اتار کر جنگل کی طرف مڑنے لگا تو بول ہی پڑی۔ یہ کدھر لے چلے؟۔

دفعتاً اگلی سیٹ والا اجنبی غرایا۔ چپ چاپ بیٹھی رہو۔

پھر چاقو کھلنے کی کرکراہٹ انجن کی شور کے باوجود بھی اس کے کانوں تک پہنچی تھی۔۔۔۔ گھگھی بندگئی بے چاری کی۔ زبان گنگ ہو گئی تھی۔ کچھ دور چلنے کے بعد ڈرائیور نے عقب نما آئینے پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ ایک موٹر سائیکل بھی پیچھے آ رہی ہے۔

فکر مت کرو۔ آنے دو۔ اجنبی بولا۔

خوفناک قسم کے اندیشے بانو کے ذہن میں سر ابھار رہے تھے اور اس کے جسم سے ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ چھوٹ رہا تھا۔

گاڑی جنگل میں داخل ہو گئی تھی اور اب سڑک نظر نہیں آ رہی تھی۔ بانو نے غیر ارادی طور پر پیچھے مڑ کر دیکھا۔ لیکن اس نے جس موٹر سائیکل کا ذکر کیا تھا وہ کہیں نہ دکھائی دی۔

خدا کے لیے مجھے بتاؤ۔ کیا بات ہے؟۔ وہ روہانسی ہو کر بولی۔

آپ بات بڑھا رہی ہیں بی بی۔ ڈرائیور نے نرم لہجے میں کہا۔ مجھ سے جو کہا گیا ہے کر رہا ہوں۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا۔

تمہارے بھائی نے چاقو کیوں کھولا ہے؟۔

اس لیے کہ آپ شور نہ مچائیں۔

خدا کے لیے مجھ پر رحم کرو۔۔۔ میری بوڑھی ماں۔۔۔۔۔

وہ آرام سے رہے گی۔۔۔۔ اجنبی بات کاٹ کر بولا۔ تمہیں بھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

تو پھر یہ کہاں۔۔۔۔؟

کچھ دنوں کے لیے دوسروں سے الگ کی جا رہی ہو۔

آخر کیوں؟۔

ڈاکٹر صاحب نے یہ نہیں بتایا۔

دفعتہً کئی طراف سے فائروں کی آوازیں آئی تھیں۔ اور گاڑی کا ایک ٹائر دھماکے کے ساتھ برسٹ ہوا تھا۔۔۔۔ بانو ہذیانی انداز میں چیخنے لگی۔۔۔۔ گاڑی رک گئی تھی۔۔۔۔ دونوں گاڑی سے اتر کر بھاگے اور جھاڑیوں میں گھستے چلے گئے۔۔۔۔ فائر اب بھی ہو رہے تھے۔۔۔ بانو سیٹ سے پھسل کر نیچے آ رہی۔۔۔ سہم کر سیٹوں کے درمیان دبک گئی۔

فائروں کی آوازیں تھوڑے تھوڑے وقفے سے برابر آ رہی تھیں۔۔۔ ایک گولی گاڑی کے کسی حصے سے پھر ٹکرائی تھی۔۔۔۔ بانو پر دہشت کے مارے غشی سی طاری ہونے لگی تھی۔ لیکن وہ اپنے ذہن سے لڑتی رہی۔ کوشش کر رہی تھی کہ ہوش و حواس قائم رہیں۔

ڈرائیور اور اس کا مبینہ بھائی نہ جانے کدھر نکل بھاگے تھے۔ پھر سناٹا چھا گیا اور جنگل صرف پرندوں کے شور سے گونجتا رہا۔ فائروں کی آوازیں اب نہیں آ رہی تھیں۔ لیکن بانو سر

اٹھانے کی ہمت نہ کرسکی۔ سیٹوں کے درمیان اسی طرح دبکی رہی۔

سورج غروب ہونے والا تھا۔ سناٹا چھانے کے بعد بھی دس پندرہ منٹ گزر گئے۔ لیکن بانو نے اپنی پوزیشن میں تبدیلی کرنے کی ہمت نہ کرسکی۔

پھر ایسا لگا تھا جیسے کسی نے گاڑی کی باڈی پر ہاتھ مارا ہو۔ وہ اچھل پڑی۔ اور دل ایک بار پھر حلق میں دھڑکنے لگا۔ اور ٹھیک اسی وقت تیز قسم کی سرگوشی بھی سنائی دی۔ بانو۔۔۔۔ کیا آپ گاڑی میں موجود ہیں؟۔

ہاں۔ بیساختگی میں عجیب سی آواز اسکے حلق سے نکلی تھی۔ جھاڑیاں سرسرائیں۔ اور گاڑی کا دروازہ کھلا تھا۔ وہ پیچھے کی طرف سمٹ گئی تھی۔ دروازہ کھولنے والا نیچے گھاس پر اوندھا پڑا اس کی آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا۔ اس کے لیے قطعی اجنبی تھا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں اسے ایسا کوئی تاثر نہ دکھائی دیا۔ جس کی بنا پر وہ مزید خایف ہوجاتی۔ اس کے برخلاف تحفظ کا احساس ہوا تھا۔

آپ زخمی تو نہیں ہوئیں؟۔ اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

بانو نے سر کو منفی جنبش دی اور تھوک نگل کر رہ گئی۔

چپ چاپ اتر آیئے۔ اور میرے ساتھ نکل چلئے۔ ابھی خطرہ دور نہیں ہوا۔

وہ گھٹنوں کے بل کھسکتی ہوئی آگے بڑھی۔ اجنبی پیچھے سرک گیا تھا۔ پھر دونوں جھاڑیوں میں گھستے چلے گئے۔

بانو نے کچھ بولنا چاہا لیکن اجنبی نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

جھاڑیوں کے درمیان احتیاط سے چلنا بے حد دشوار معلوم ہو رہا تھا۔ لیکن وہ کسی نہ کسی طرح اس کے ساتھ چلتی رہی۔۔۔۔

ایک جگہ اجنبی رکا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا تھا۔ پھر طویل سانس لے کر بولا۔ یہیں ہم کسی قدر محفوظ ہیں۔

وہ کچھ نہ بولی۔ خاموشی سے اس کی دھندلی دھندلی سی شکل تکتی رہی۔ آہستہ آہستہ دھندلکا گہرا ہوتا جا رہا تھا۔

کیا آپ مجھ پر اعتماد کرسکیں گی؟۔ اجنبی نے سوال کیا۔

اس نے غیر ارادی طور پر اثبات میں سر ہلا دیا۔ منہ سے کچھ نہ بولی۔

کچھ دیر یہیں ٹھہریں گے۔ حالات کا اندازہ بھی تو لگانا ہے۔ یہاں اس پتھر پر بیٹھ جایئے۔ اجنبی نے کہا۔

اس نے خاموشی سے تعمیل کی اور اجنبی کھڑا ہی رہا۔ کئی منٹ گزر گئے۔

آپ کون ہیں۔۔۔۔ اور مجھے کہاں لے جائیں گے؟۔ وہ بالآخر بولی۔

کسی محفوظ جگہ پر۔۔۔۔ نہ گھر جانا آپ کے لیے مناسب ہوگا اور نہ کسی ایسی جگہ جہاں وہ پہنچ سکیں۔ آیئے۔ اٹھیئے۔ راستہ صاف ہے۔

وہ پھر چل پڑے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن اس بار اجنبی بہت زیادہ پرسکون نظر آ رہا تھا۔ جیسے سر پر منڈلانے والا خطرہ ٹل گیا ہو۔

ایک جگہ وہ پھر رہا۔ ۔ ۔ ۔ اور یہاں بانو نے ایک موٹر سائیکل کھڑی دیکھی۔

تت۔ ۔ ۔ تو۔ ۔ ۔ ۔ موٹر۔ ۔ ۔ ۔ سائیکل پر آپ تھے؟۔ وہ ہکلائی۔

جی ہاں۔ میں ہی تھا۔

انہیں بھی شبہ ہوا تھا کہ آپ شاید تعاقب کر رہے ہیں۔

مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ ہوشیار ہو گئے ہیں۔ اسی لیے جلدی کی گئی تھی۔ لیکن وہ پھر بھی ہاتھ نہ آ سکے۔

فائرنگ آپ نے کی تھی؟۔

جی ہاں۔ ۔ ۔ ایک ٹائر پھاڑے بغیر گاڑی ہرگز نہ رکتی۔ اگر وہ وہاں پہنچ جاتے جہاں آپکو لے جانا چاہتے تھے تو پھر میں کچھ نہ کر سکتا۔ اس لیے یہیں اس قصے کو ختم کرنے کی کوشش کر ڈالی۔

میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ سب کیا اور کیوں ہو رہا ہے؟۔

میں سوچ رہا ہوں کہ اس وقت یہاں موٹر سائیکل اسٹارٹ کرنا مناسب نہ ہوگا۔

وہ کچھ نہ بولی۔ ۔ ۔ کہتی بھی کیا۔ کچھ سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا۔ اجنبی نے کہا۔ وہ گاڑی تو آپکی کمپنی ہی کی تھی؟۔

جی ہاں۔ ڈرائیور بھی جانا بوجھا آدمی تھا۔ قریباً دو سال سے وہ مجھے دفتر پہنچایا کرتا تھا۔ اور واپسی بھی اسی کے ساتھ ہوتی تھی۔ ۔ ۔ ۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتی۔ ہو سکتا ہے کہ اسکے نووارد بھائی نے اسے بہکایا ہو۔

تو وہ دوسرا آدمی ڈرائیور کا بھائی تھا؟۔

خدا ہی جانے۔ ۔ ۔ ۔ اس نے مجھے یہی بتایا تھا۔

کیا آپ اتوار کی شام کو بھی آفس جاتی ہیں؟۔

کبھی نہیں۔ ۔ ۔ ۔ یہ میرے لیے قطعی غیر معمولی تھا۔ ڈرائیور نے بتایا کہ ڈاکٹر درانی نے مجھے کسی اشد ضروری کام کے لیے طلب کیا ہے۔ میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی کہ کوئی دھوکا ہوگا۔

آپکی لیب میں دواسازی کے علاوہ بھی اور کیا ہوتا ہے؟۔

جی۔ وہ چونک کر اندھیرے میں آنکھیں پھاڑنے لگی۔ پھر جلدی سے بولی۔ دد۔ ۔ ۔ ۔ دیکھیئے۔ یہاں سانپ بھی ہو سکتے ہیں؟۔

اوہ۔ ۔ ۔ ٹھیک ہے۔ لیکن ہمیں سڑک تک پیدل ہی چلنا پڑے گا۔ میں موٹر سائیکل اسٹارٹ کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔

چچ۔ ۔ ۔ ۔ چلیئے۔

قریباً ایک گھنٹہ بعد وہ سڑک تک پہنچ سکے تھے۔ ۔ ۔ ۔ اور یہاں اس وقت یا تو کوئی

شریف آدمی انہیں لفٹ دے سکتا تھا یا پھر مضافات کی طرف سے آنے والی کسی بس کا انتظار کرتے رہتے۔۔۔۔۔

ایسے حالات میں کسی سے لفٹ لینا بھی مناسب نہیں۔ ممکن ہے انہیں لوگوں میں سے کسی فرد سے مڈبھیڑ ہو جائے۔

میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آ رہا۔۔۔۔ آپ کن لوگوں کی باتیں کر رہے ہیں؟۔

شاید آپ یہ سمجھتی ہیں کہ اس وقت اس حرکت کا بانی وہ بیچارہ ڈرائیور ہوگا؟۔

پھر کیا سمجھوں۔۔۔؟ بانو حیرت سے بولی۔

وہ اگر ذاتی طور پر اتنا ہی برا ہوتا تو دو سال کیوں انتظار کرتا۔۔۔۔

آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟۔

ڈاکٹر درانی۔۔۔۔

ناممکن۔۔۔۔۔ وہ بے حد شریف آدمی ہیں۔

میں نے آپ سے ایک سوال کیا تھا۔ جس کا جواب ابھی تک نہیں ملا؟۔

مجھے یاد نہیں آپ نے کیا پوچھا تھا؟۔

میں نے پوچھا تھا کہ آپ کی لیب میں اور کیا ہوتا ہے؟۔

اوہ۔۔۔ ہاں۔۔۔۔ کچھ بھی نہیں۔۔۔ دوا سازی اور بعض مخصوص ادویات کے سلسلے میں تجربے کئے جاتے ہیں۔

یہ تجربات کتے کے پلوں پر ہوتے ہیں؟ اجنبی نے سوال کیا۔

جی ہاں۔ لیب میں درجنوں پلے موجود ہیں۔

کس قسم کے تجربات کئے جاتے ہیں ان پر؟۔

ڈاکٹر درانی کا خیال ہے کہ وہ پیوند کاری کے ذریعے کتوں کی اقسام بدل سکتے ہیں۔ انہیں اس میں کسی حد تک کامیابی بھی ہوئی ہے۔ کئی دیسی پلوں کو ڈیکشنڈ اور آئرڈیل ٹریئر بنا چکے ہیں۔

حیرت انگیز۔۔۔۔۔ اور یہ سب کچھ بڑی رازداری سے ہوتا رہا۔۔۔؟

جی ہاں۔۔۔ وہ سرپرائز دینا چاہتے ہیں۔ جب مکمل طور پر یقین ہو جائے گا کہ تجربہ کامیاب ثابت ہوا ہے تو اس کا اعلان بھی کر دیا جائے گا۔ اس اسٹیج پر ڈاکٹر درانی پبلسٹی نہیں چاہتے۔

دانشمندانہ رویہ ہے۔

اتنے میں ایک بس آئی تھی اور اجنبی نے ہاتھ اٹھا کر اسے رکوایا تھا۔

وہ بس میں بیٹھے تھے اور دوسرے مسافروں نے انہیں پر اشتباہ نظروں سے دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ سوچ رہے ہوں گے کہ آخر رات کو بیچ جنگل میں یہ دونوں مہذب قسم کے افراد کیا کر رہے تھے۔ اجنبی نے شہر کا کرایہ ادا کیا تھا۔ لیکن وہ دونوں شہر میں داخل ہونے سے قبل ہی بس رکوا کر اتر گئے۔

اجنبی نے بانو سے کہا۔ بس ذرا دور اور پیدل چلنا پڑے گا۔

آپ مجھے میرے گھر ہی کیوں نہیں پہنچا دیتے؟۔ بانو بولی۔

اگر اسے مناسب سمجھتا تو سب سے پہلے آپکو پولیس اسٹیشن لے جا کر ان لوگوں کے خلاف رپورٹ درج کراتا۔

تو پھر یہی کیجئے؟۔

کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ ڈاکٹر درانی لاعلمی ظاہر کرے گا۔ اور پولیس ڈرائیور کو تلاش نہیں کر پائے گی۔۔۔ یہ بھی ممکن ہے کہ میری اندھا دھند فائرنگ کی نذر ہو گئے ہوں۔ وہ دونوں ۔۔۔ یا پھر ڈاکٹر درانی انہیں روپوش ہو جانے پر آمادہ کر لے گا۔

وہ کچھ نہ بولی۔ کوئی نکتہ بھی اس کے ذہن میں صاف نہیں تھا۔

بالآخر وہ ایک چھوٹی سی جماعت میں پہنچے تھے۔ اجنبی نے کیروسین لیمپ روشن کر دیا۔۔۔

بانو کے دل کی دھڑکنیں پھر تیز ہو گئی تھیں ۔۔۔۔ ایک بار پھر خوفزدہ نظر آنے لگی تھی ۔۔۔ اجنبی نے نرم لہجے میں کہا۔ میں آپکو خطرے سے نکال لایا ہوں۔ مجھ پر اعتماد کیجئے ۔۔۔۔

کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آئی؟۔

ان دو تین دنوں میں یہاں کئی قتل ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر خان ضرغام، تیمور،

شہریار اور داود۔ یہ چاروں آپس میں دوست اور شہر کے متمول تاجر تھے۔

جج۔ جی ہاں ۔۔۔۔۔ میں نے یہ نام سنے ہیں۔

ذاتی طور پر بھی کسی سے واقف ہو؟۔

جی نہیں ۔۔۔۔۔

لٹل فی کو تو جانتی ہی ہونگی؟۔

ہاں، کیوں؟ جانتی ہوں۔

وہ آپ ہی کی وجہ سے لیب تک پہنچا تھا؟۔

جی ہاں، میں لے گئی تھی۔ یونہی تفریحا۔

وہ بابا سگ پرست کا ملازم ہے؟۔

جی ہاں۔ مجھے علم ہے۔

بابا سگ پرست کا آپکی لیب سے کیا تعلق ہے؟۔

صرف اتنا کہ ڈاکٹر درانی ان کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ اور یہ تجربہ گاہ انہوں نے بابا ہی کے کہنے پر شروع کیا ہے۔

آپکو بھی بابا سے عقیدت ہے؟۔

جی ہاں، بڑی فلسفیانہ باتیں کرتے ہیں۔ میں کبھی کبھی ان کی خدمت میں حاضری دیتی ہوں۔ وہیں لٹل فی سے ملاقات ہوئی تھی۔

بہرحال لٹل فی قانون کے محافظوں کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ اسی سے آپ کا پتہ معلوم ہوا تھا۔ ورنہ آج یہ لوگ آپ کو بھی ٹھکانے لگا دیتے۔

میں اب بھی نہیں سمجھی؟۔

لٹل فی نے لیب کا پتا بتایا تھا۔ لیکن وہاں درجنوں کتے کے پلے نہیں ملے ایک بھی نہیں ملا۔

مجھے اس پر حیرت ہے۔ وہ وہیں رکھے جاتے ہیں۔ اور کہیں نہیں۔ گلی کوچوں سے اٹھوا کر وہیں پہنچائے جاتے ہیں۔

جیسے ہی بابا کو یہ یقین ہوا کہ لٹل فی ہمارے ہاتھ لگ گیا ہے۔ اس نے کتے کے پلوں کو وہاں سے ہٹوایا ہے۔

میرے لیے یہ سب کچھ حیرت انگیز ہے۔ آخر پیوند کاری کے ذریعے انکی قسم بدل دینا جرم کیسے کہلائے گا؟۔

اسی لیے ہمیں یقین ہے کہ بات محض پیوند کاری کی حد تک نہیں ہے

میں نہیں سمجھی؟۔

اس کے پردے میں کچھ اور ہو رہا ہے۔ ورنہ اتنی رازداری کی کیا ضرورت تھی۔ اتنے قتل کیوں ہوئے۔ اور سیٹھ جیلانی کا بنگلہ دھماکہ سے کیوں اڑ گیا؟۔

یعنی کہ۔۔۔۔وہ بھی۔۔۔۔۔؟

ہاں، یہ سب بابا سگ پرست کے شریک کار تھے۔ پولیس کی نظروں میں آ گئے تھے۔ اس لیے ختم کرا دیئے گئے۔ اور شاید آپکا بھی یہی حشر ہوتا۔۔۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اس سلسلے میں کوئی بہت اہم بات جانتی ہیں؟۔

اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتی کہ بدلی ہوئی اقسام کے کچھ کتے ملک سے باہر بھی بھیجے گئے ہیں۔

اہم ترین بات ہے۔

اس کا علم میرے اور ڈاکٹر درانی کے علاوہ اور کسی کو نہیں ہے۔

یہ ہوئی نہ بات۔ اجنبی سر ہلا کر بولا۔

لیکن۔۔۔۔۔اب کیا ہوگا۔۔۔۔؟ وہ روہانسی ہو کر بولی۔ میری بوڑھی ماں۔۔۔۔میرا یتیم و یسیر بھانجا۔۔۔۔۔انکی کفالت میرے ذمے ہے؟۔

وقتی طور پر یہ پریشانی برداشت کر لیجئے۔ ورنہ دوسری صورت میں وہ دونوں آپ ہی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ وہ کوئی غیر قانونی حرکت ہے۔ راز داری کو صرف احتیاطی اقدام سمجھتی رہی ہوں۔۔۔۔۔۔۔

☆

رات کے نو بجے تھے۔ لٹل فی ڈائننگ روم میں بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ جولیا نے پوری بوتل اس کے سامنے رکھدی تھی۔ غزالہ بھی وہیں موجود تھی اور وہ دونوں ہی لٹل فی کی اوٹ پٹنگ باتوں سے محظوظ ہورہی تھیں۔۔۔۔ نشے میں ہونے کے باوجود بھی اسے احساس تھا کہ غزالہ فرانسیسی نہیں سمجھ سکے گی۔ اس لیے اس کی بکواس انگلش ہی میں جارہی تھی۔

میں میڈیکل سائینس میں انقلاب لاتا۔ لیکن فرانس نے میری قدر نہ کی۔ مجھے سرکس کا مسخرہ بننے پر مجبور کردیا۔ یہاں کتوں کی تیمارداری ہی حصے میں آئی۔۔۔۔ میں ذہنی پہاڑ ہوں۔ یہ کوئی نہیں دیکھتا۔۔۔۔ ساری دینا کو فنا کردوں گا۔ میرے ذہن میں ایسے تباہ کن منصوبے موجود ہیں جن کا جواب نہیں۔ دنیا ایک دن دیکھ ہی لے گی۔

کوئی ایک منصوبہ ہمیں بھی بتاؤ؟۔ غزالہ نے سنجیدگی سے کہا۔

میں ہواؤں کو زہر آلود کرسکتا ہوں۔۔۔۔ میں پانی کو موت کا ہرکارہ بنا سکتا ہوں میں کیا نہیں کرسکتا۔۔۔ بس موقعے کا منتظر ہوں۔۔۔ اور میری قادراندازی کا کیا کہنا اندھیرے میں آواز پر نشانہ لگا سکتا ہوں۔

دفعتا وہ خاموش ہوکر غزالہ کو غور سے دیکھنے لگا اور وہ گڑبڑا کر رہ گئی۔

مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں نے تمہاری آواز کہیں اور بھی سنی ہو؟۔ وہ اس کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔

غزالہ اب بھی میک اپ میں تھی جس میں عمران اسے یہاں لایا تھا۔

ہوسکتا ہے۔ اس نے لاپرواہی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

تمہاری آواز میں عجیب سی کیفیت ہے۔ کیوں ماموزئیل؟۔ اس نے جولیا سے سوال کیا۔

میں نے محسوس نہیں کیا۔ تم اپنی نشانہ بازی کی بات کررہے تھے؟۔ جولیا بولی۔

اگر کبھی کسی کو قتل کرانا ہو تو میری خدمات ضرور حاصل کرنا۔

تو۔۔۔ تم قاتل بھی ہو؟۔

اب تک ستائیس آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہوں۔۔۔۔ یہ سب تن و توش والے تھے۔۔۔۔۔ لمبے چوڑے آدمیوں کا دشمن ہوں۔

غزالہ جولیا کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے اس کی تعلیوں سے محظوظ ہو رہی ہو۔

آخری قتل کب کیا تھا؟۔ جولیا نے ہنس کر پوچھا۔

ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا۔

تم یہ سب مجھے کیوں بتا رہے ہو؟۔

اس لیے کہ تم مجھے اپنے ساتھ یہاں سے لے جاوگی۔ میں چاہتا ہوں تمہیں یقین دلادوں کہ میں ناکارہ آدمی نہیں ہوں۔۔۔۔ فرانس سے بھاگ تو آیا تھا۔ لیکن فرانس کے علاوہ اور کہیں دل نہیں لگتا۔

یہ تم نے آخری قتل کہاں کیا تھا؟۔ غزالہ نے سوال کیا۔

تمہیں ہرگز نہیں بتاؤں گا کیونکہ تم ایک مقامی خاتون ہو۔

تمہاری مرضی۔۔۔۔ غزالہ نے لاپرواہی سے کہا۔

ٹھیک اسی وقت لٹل فی کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی تھی اور وہ اچھل کر میز پر چڑھ گیا تھا۔

جولیا اور غزالہ دروازے کی طرف مڑیں۔ وہاں ایک قد آور اور جسیم کتا کھڑا نظر آیا۔ بڑی خوفناک شکل والا تھا۔۔۔۔۔

تم لوگ یونہی بے حس و حرکت بیٹھی رہو۔ لٹل فی کانپتی ہوئی سی آواز میں بولا۔ اس کمبخت نے بالآخر مجھے تلاش کر ہی لیا۔

جولیا نے بڑی پھرتی سے پستول نکالا تھا۔ لیکن کتے کے عقب سے آواز آئی۔ پستول فرش پر ڈال دو۔ میں نے تمہیں اسٹین گن سے کور کر رکھا ہے۔

جولیا کے ہاتھ سے پستول چھوٹ گیا۔ بولنے والا سامنے آ گیا تھا۔ چست قسم کے سادہ لباس میں تھا۔ اور سر پر ایسا خود منڈھا ہوا تھا جیسے چہرے کا پیشتر حصہ اس میں چھپ گیا تھا۔۔۔۔ ہاتھوں میں اسٹین گن تھی۔

یو۔۔۔ یو۔۔۔۔ یور ہائی نس۔ کہتا ہوا بونا میز پر اوندھا لیٹ گیا۔

تم دونوں اٹھ کر دیوار کے قریب کھڑی ہو جاو۔ سیاہ پوش نے لٹل فی کیطرف دھیان دیئے بغیر کہا۔

تم کون ہو۔۔۔۔ اور اس طرح بغیر اجازت۔۔۔۔۔۔ جولیا اٹھتی ہوئی غرائی۔

خاموش رہو۔ چلو۔۔۔ ادھر کھڑی ہو جاو۔ اس نے اسٹین گن کو جنبش دی تھی۔ وہ دونوں اٹھ کر دیوار کے قریب کھڑی ہو گئیں۔ لٹل فی بدستور میز پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے بے خبر سو رہا ہو۔۔۔۔۔

عمران کہاں ہے؟۔ سیاہ پوش نے جولیا سے پوچھا۔

کون؟ کہاں ہے؟۔ جولیا نے چڑچڑاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

کیا تم جولیانا فٹزواٹر نہیں ہو۔۔۔۔۔؟

مادام میوری کہلاتی ہوں۔

اس کے لیے مادام میوری ہی ہوگی۔ سیاہ پوش نے لٹل فی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

میں نہیں جانتی، تم کیا کہہ رہے ہو؟۔

کیا میں یہاں اس کی موجودگی کی وجہ معلوم کر سکتا ہوں؟۔ سیاہ پوش نے پھر لٹل فی کی طرف اشارہ کیا۔

اسی سے پوچھ لو۔ میں نہیں جانتی۔

اسے زبردستی اغوا کیا گیا تھا۔

لیکن یہاں تو آج صبح ناشتے کی بھیک مانگتا ہوا آیا تھا۔ پھر خوشامد کر کے یہیں ٹک گیا۔

جولیا نے کہا۔

اگر تم جولیا نافٹز واٹر نہ ہوتیں تو میں تمہاری بات پر یقین کر لیتا۔

تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ اگر یہ تمہارا آدمی ہے تو اسے یہاں سے لے جاو۔ ہمیں کیوں حراساں کر رہے ہو؟۔

بڑی عجیب بات ہے کہ تم بھکاریوں کے سامنے اسکاچ کی بوتل رکھ دیتی ہو؟۔

یہ میرا اپنا نجی معاملہ ہے۔

خیر، میں یقین کر لوں گا کہ تم ایسی ہی خداترس ہو۔ لیکن تمہیں عمران کا پتہ بتانا پڑے گا؟۔

میں کسی عمران کو نہیں جانتی۔

حالانکہ وہی تمہیں ہماری قید سے نکال لے گیا تھا۔

اوہ۔۔۔ تو تم ان لوگوں میں سے ہو۔۔۔

سمجھنے میں بہت دیر لگائی تم نے۔ خیر اعتراف تو کر لیا کہ تم عمران کو جانتی ہو۔

میں اس کے نام سے واقف نہیں۔ ہاں اس نے مجھے تم لوگوں کی قید سے رہائی دلائی تھی۔

یہ کون ہے؟۔ اس نے غزالہ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

کوئی بھی ہو۔ تم سے مطلب؟۔

تم کون ہو۔۔۔۔؟ غزالہ نے جی کڑا کر کے پوچھا۔

اوہ۔۔۔۔ اچھا۔۔۔ تو اس نے تم پر میک اپ کا فن آزمایا ہے؟۔

کیا تم مجھے جانتے ہو؟۔

شائد۔ اس نے کہا اور پھر جولیا کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اب تم کسی بھی طرح اس سے انکار نہیں کر سکتیں کہ عمران کو نہیں جانتی ہو؟۔

جولیا کچھ نہ بولی۔ لٹل فی بدستور آنکھیں بند کئے اوندھا پڑا تھا۔ ایسا لگتا تھا۔ جیسے اسی پوزیشن میں روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ہو۔

دفعتاً نقاب پوش نے اونچی آواز میں کہا۔ اندر آجاو۔۔۔۔۔ اور ان تینوں کو یہاں سے لے جاو۔

فضول باتیں نہ کرو۔ جولیا سخت لہجے میں بولی۔ اگر یہ تمہارا آدمی ہے تو اسے لے جاو۔ ہم کہیں نہ جائیں گے۔

تین آدمی کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ وہ جولیا اور غزالہ کی طرف بڑھے ہی تھے کہ لٹل فی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

نہیں یور ہائی نس۔ اس عورت کو اس کی مرضی کے بغیر یہاں سے نہیں لے جایا جا سکتا۔

خاموش رہو۔۔۔۔ ورنہ اٹھا کر پٹخ دوں گا۔ سیاہ پوش غرایا۔

مر سکتا ہوں۔۔۔۔ لیکن یہ نہیں ہونے دوں گا۔ کہتے ہوئے اس نے میز سے چھلانگ لگائی اور جولیا کے پستول پر جا پڑا تھا۔ سیاہ پوش کو شاید اس کا پستول یاد نہیں رہا تھا۔۔۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ سنبھلتا۔ لٹل فی نے پے در پے تین فائر ان تینوں کے ٹانگوں پر جھونک مارے

جو عورتوں کی طرف بڑھے تھے۔۔۔ اور پھر کتا سیاہ پوش کے اشارے پر لٹل فی کی طرف جھپٹا تھا۔۔۔ کتے پر فائر کرنے کی مہلت اسے نہ مل سکی۔ کتے نے اس کی گردن اپنے بڑے بڑے جبڑوں میں دبوش کر جھٹکا دیا تھا۔ پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا اور وہ بری طرح چیخے جا رہا تھا۔ گردن پر جبڑوں کی گرفت بہت سخت تھی۔۔۔۔

ادھر وہ تینوں اپنی ٹانگوں پر گولیاں کھانے کے بعد کھڑے رہنے کے قابل نہیں رہے تھے۔۔۔ سیاہ پوش انہیں پرتشویش نظروں سے دیکھتا رہا۔ کیونکہ وہ ایک ایک کر کے فرش پر گرتے جا رہے تھے۔

کتے نے دیکھتے ہی دیکھتے لٹل فی کا کام تمام کر دیا۔ غزالہ بری طرح کانپ رہی تھی۔۔۔ لیکن جولیا اپنے اعصاب سے لڑتی رہی۔ کتا لٹل فی کو چھوڑ کر پھر سیاہ پوش کے قریب آ کھڑا ہوا۔

کیا اس نے اسے مار ڈالا؟۔ جولیا نے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

گردن پکڑ لینے کے بعد زندہ چھوڑنا جانتا ہی نہیں۔ سیاہ پوش نے پرسکون لہجے میں کہا۔

اگر تم بھی اپنی خیریت چاہتی ہو تو عمران کا پتا بتا دو۔ ورنہ میں رحم نہیں کروں گا؟۔

ہمارا خون ضائع ہو رہا ہے۔۔۔۔ جناب۔ دفعتاً ایک زخمی کراہا۔

کیا تم تینوں اپنے پیروں سے چل کر گاڑی تک پہنچ سکو گے؟۔ سیاہ پوش نے پوچھا۔

میں تو چلنے کے قابل نہیں ہوں جناب۔ اس نے جواب دیا۔ صرف وہی ہوش میں تھا۔

اس کے دونوں ساتھی بے ہوش ہو گئے تھے۔

اب تم دونوں اس طرف آ جاو۔ سیاہ پوش نے اسٹین گن کو جنبش دے کر جولیا اور غزالہ سے کہا۔

کیا ادھر ادھر لگا رکھی ہے۔ جولیا بھنا کر بولی۔

بہت مضبوط اعصاب کی مالک ہو۔

میں نہیں جانتی ہو کہاں ہے۔

ٹھیک، اب تم نے ڈھنگ کی بات کی ہے۔ اگر تم میرے دوسرے سوال کا صحیح جواب دے سکیں تو میں واپس چلا جاوں گا۔

جلدی پوچھو۔ جو کچھ پوچھنا ہے۔ میں زیادہ دیر تک کھڑی نہیں رہ سکتی۔

تم لوگ یہاں کس چکر میں آئے ہو؟۔

تم بھول رہے ہو کہ میں خود نہیں آئی ہوں لائی گئی تھی۔۔۔۔

چلو۔۔۔ میں نے تسلیم کر لیا۔ تمہارے اور عمران کے علاوہ اور کتنے آدمی موجود ہیں؟۔

مجھے اس کا علم نہیں۔ جتنے بھی ہوں گے۔ براہ راست احکامات حاصل کر رہے ہوں گے۔

کس کے احکامات؟۔

چیف کے۔

چیف کون ہے؟۔

اس کا جواب میرے فرشتے بھی نہ دے سکیں گے۔ ہم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا۔

چیف کی شخصیت سے محکمہ خارجہ کے سیکریٹری کے علاوہ اور کوئی بھی واقف نہیں۔۔۔

عمران بھی واقف نہیں ہے؟۔

میرا خیال ہے کہ وہ بھی نہیں جانتا۔

میری حالت بہت خراب ہو رہی ہے جناب۔ زخمی پھر کراہا۔

ٹھہرو۔ صبر کرو۔ سیاہ پوش بولا۔ چند لمحے خاموش رہ کر جولیا سے کہا۔ تم دونوں کسی ایسے کمرے میں چلو جس میں صرف ایک ہی دروازہ ہو۔

یہاں ایسا کوئی کمرہ نہیں ہے۔ جولیا نے سخت لہجے میں کہا۔

دیکھے بغیر یقین نہیں کر سکتا۔ چلو۔۔۔ وہ دروازے کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

طوعاً و کرہاً جولیا دروازے کی طرف مڑی تھی اور غزالہ کا بازو پکڑ لیا تھا۔۔۔ وہ آگے چل رہی تھیں اور سیاہ پوش ان کے پیچھے تھا۔ پوری عمارت کا چکر لگا کر وہ بالآخر کچن کے سامنے رکا تھا۔

صرف یہیں ایک دروازہ ہے۔ اور اسے باہر سے بھی بند کیا جا سکتا ہے۔ اس نے کہا۔ چلو۔۔۔ اندر چلو۔

آخر تم کرنا کیا چاہتے ہو؟۔ جولیا بھنا کر بولی۔

تم دونوں کو بند کر کے عمران کی واپسی کا انتظار کروں گا۔

وہ یہاں نہیں رہتا۔ آتا بھی نہیں۔۔۔ فون پر گفتگو ہوتی ہے۔

اچھا تو اس کا فون نمبر بتاؤ؟۔

فون نمبر اس نے نہیں بتایا۔ خود ہی کال کرتا ہے۔ اگر اسے کچھ کہنا ہوتا ہے۔

لٹل فی سے تم لوگ کیا معلوم کر سکے ہو؟۔

اس سے کیا معلوم کرتے۔۔۔ میں قطعی نہیں جانتی تھی کہ وہ تم لوگوں سے تعلق رکھتا ہے۔

فضول باتیں مت کرو۔ اسے عمران پکڑ لایا تھا۔

تو پھر اسی سے معلوم کرنا۔ یہاں تو وہ بس آ گیا تھا۔ بھوکا تھا۔ کھانے کو مانگا تھا۔

اچھا چلو اندر چلو۔

وہ دونوں کچن میں داخل ہوئی تھیں۔۔۔ اور سیاہ پوچ نے دروازہ بند کر کے باہر سے بولٹ کر دیا۔

* * *

عمران نے لٹل فی سے بانو کا پتہ معلوم کرنے کے بعد فوراً ہی اس کی طرف توجہ دی تھی

ورنہ وہ بھی شاید ماری ہی جاتی۔

لیکن اس سے گفتگو کرنے کے بعد بھی یہ بات ابھی تک ذہن میں صاف نہیں ہوسکی تھی کہ صرف بانو ہی کیوں؟ لیب سے تعلق رکھنے والوں میں صرف وہی محرم راز نہ رہی ہوگی۔ تجربہ گاہوں کے کام ایک یا دو افراد ہی پر منحصر نہیں ہوتے۔

قریبا دس بجے وہ پھر اس کے کمرے میں داخل ہوا جہاں بانو گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی تھی۔

اب ہم یہاں سے دوسری جگہ چلیں گے۔

پہلے ہی وہیں کیوں نہیں لے گئے تھے۔۔۔ میرا سر بری طرح چکرا رہا ہے؟۔

یہاں رکنا ضروری تھا۔ یہ بھی دیکھنا تھا کہ کسی نے ہمارا تعاقب تو نہیں کیا۔

پتہ نہیں کس جنجال میں پھنس گئی ہوں۔

بہت جلد آپ دشواریوں سے نکل جائیں گی۔ اگر میرے کہنے کے مطابق عمل کرتی رہیں ۔۔۔ کیا آپ سائیکل کے ڈنڈے پر بیٹھ سکیں گی؟۔

ایسی جگہوں سے نہیں گزر سکوں گی جہاں دوسرے ہمیں اس حال میں دیکھ لیں۔

سائیکل کا ڈنڈا اتنی بری چیز نہیں ہے۔

میں نے تو ابھی تک نہیں دیکھا کہ کوئی مرد کسی عورت کو سائیکل کے ڈنڈے پر بٹھا کر چلتا ہو۔

چلنا چاہیئے۔۔۔ کم از کم اس طرح عورت محفوظ تو رہتی ہے۔ کئی دن ہوئے میں نے ایک خاتون کو موٹر سائیکل کے کیریئر سے گرتے دیکھا تھا۔ صاحب کچھ بھی نہ کرسکے۔۔۔ وہ پیٹ سے سڑک پر آرہی۔

پھر بھی عجیب سا لگتا ہے۔

تو پھر قریبا پانچ میل پیدل چلنا پڑے گا؟۔

بڑی مصیبت ہے۔

تو پھر دوسری صورت بھی ہے۔ مصنوعی داڑھی اور مونچھیں لگا دوں گا۔ بش شرٹ اور پتلون بھی ہیں۔ بال تراشیدہ ہیں کام چل جائے گا۔

کیا اب آپ میرا مضحکہ اڑائیں گے؟۔

جی نہیں۔۔۔۔۔ یہی مناسب ہے۔ اگر بحیثیت بانو پہچانی گئیں تو دونوں مارے جائیں گے۔۔۔ آپ ابھی تک خطرناک لوگوں کے درمیان رہی ہیں اور ان کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔

میں کبھی تصور بھی نہیں کرسکتی تھی۔

لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔ آخر صرف آپ ہی کیوں۔ کیا تجربہ صرف آپ دونوں کی ذات تک محدود تھا؟۔

میں نے بتایا نا کہ کتوں کے ایکسپورٹ کے بارے میں صرف میں ہی جانتی ہوں یا ڈاکٹر

درانی جانتے ہیں۔

یہ بات بھی معمولی سی ہے۔۔۔اگر آپ سارے شہر میں کہتی پھریں کہ کتے ایکسپورٹ کئے جاتے ہیں تو قانون کو اس پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟۔

یہی تو میں بھی سوچتی ہوں۔ آخر اس میں ایسی کون سی بات ہے جس کے لیے اتنی بڑی رازداری برتی جائے۔

اس لیے میری گزارش ہے کہ پھر ذہن پر زور دیجئے۔ تجربات کا کوئی مرحلہ جہاں ڈاکٹر کو اسسٹ کرنے کے لیے صرف آپ ہی رہ جاتی ہیں؟۔

اوہ۔۔۔۔وہ یک بیک اچھل پڑی۔

دیکھئے۔ کچھ یاد آیا نا؟۔ عمران مسکرا کر بولا۔

آپ جیسا پوچھنے والا ہو تو وقت پیدائش تک یاد آجائے گا۔

چلئے۔۔۔آپ کا موڈ تو بدلا کسی صورت سے۔۔۔۔ہاں۔۔۔۔کیا یاد آیا تھا؟۔

آخری مرحلے کے بعد کا مرحلہ جس میں صرف دو افراد درکار ہوتے ہیں۔۔۔اور مجھے یقین ہے کہ اس مرحلے میں ڈاکٹر کے ساتھ صرف میں ہی ہوتی ہوں۔ یہ مرحلہ ہے کتے کو غسل دینے کا۔۔۔

اچھا۔۔۔کیا اس کے لیے کوئی مخصوص طریقہ اختیار کیا جاتا ہے؟۔

خدا کی پناہ، کیا اسی میں کوئی نقطہ پوشیدہ ہے؟۔

کہیئے۔۔۔۔کہیئے۔۔۔۔۔جلدی کہیئے۔۔۔۔ابھی پانچ میل کی مسافت طے کرنی ہے۔ عمران نے کہا۔

جی ہاں۔ طریقہ مخصوص ہی ہے۔ تجربے کی تکمیل کے بعد کتے کو پہلا غسل اس طرح دیا جاتا ہے کہ غسل دینے والے گیس ماسک استعمال کرتے ہیں۔۔۔۔۔کیونکہ پانی پڑتے ہی اس کے جسم سے نکلنے والے انجرات زہریلے ہوتے ہیں۔۔۔میں نے قریب کھڑے ہوئے دوسرے کتوں کو ان کے اثر سے بے ہوش ہوتے دیکھا ہے۔

اب ہوئی ہے بات مکمل۔ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔

تو یہ بات۔ وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولی۔

آپ کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ جیسے پورے تجربے میں صرف یہی بات راز کی ہے کہ کتے کا پہلا غسل تباہ کن ہوتا ہے؟۔

شاید۔۔۔شاید یہی بات ہو۔ عمران متفکرانہ لہجے میں بولا۔

اسی بنا پر وہ مجھے مار ڈالنا چاہتے ہیں۔۔۔کہیں میں یہ بات دوسروں کو نہ پہنچاؤں۔

میری دانست میں اس کے علاوہ اور کوئی نکتہ نہیں ہوسکتا۔

لل۔۔۔لیکن آپ کون ہیں؟۔

ابھی جب میں آپ کے مصنوعی داڑھی مونچھیں لگاؤں گا۔ تو آپ سمجھ جائیں گی۔

خ۔۔۔۔خفیہ پولیس؟۔

یہی سمجھ لیجئے۔ آپ بہت ذہین معلوم ہوتی ہیں؟۔

میں کسی قانونی دشواری میں تو نہیں پڑوں گی؟۔

باعزت طور پر۔۔۔ آپ سرکاری گواہ بنیں گی۔

خداوندا۔ کس چکر میں پڑ گئی۔ اس نے کراہ کر کہا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد آئینے میں اپنی شکل دیکھ دیکھ کر بری طرح ہنس رہی تھی۔

واقعی، اب مجھے کوئی بھی نہیں پہچان سکے گا۔ اس نے کہا۔ سائیکل کی بھی پرواہ نہیں ۔۔۔ چلیئے۔

لیکن عمران تشویش میں مبتلا ہو گیا۔ خاور اور چوہان سے ابھی تک رابطہ نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے بانو کے گھر سے اس کا تعاقب کیا ہوگا۔ لیکن جنگل میں بھی آس پاس رہ کر ہی نگرانی کی ہوگی۔ اور پھر انہیں وہاں سے بھی اس کے پیچھے ہی ادھر آنا تھا اس ۔۔۔۔ کہیں وہ جنگل ہی میں تو نہیں پھنس کر رہ گئے۔ یا پھر ہوسکتا تھا کہ وہاں سے وہ سیدھے وہیں چلے گئے ہوں۔ جہاں جولیا مقیم تھی۔ اگر انہوں نے ادھر کا رخ کیا ہو۔ اور لاعلمی میں سگ پرست کے آدمیوں کو اپنے پیچھے لگا گئے ہوں تو۔۔۔ اس خیال کے تحت اس نے بانو کو وہاں لے جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔۔۔ اس کی بجائے کہیں اور۔۔۔۔ ہوٹل انٹرنیشنل کا کمرہ بھی ابھی اسی کے قبضے ہی میں تھا۔

پانچ چھ میل کی مارا مار سائیکلنگ کے بعد ہوٹل تک پہنچا اور بانو کو کمرے ہی تک محدود

رہنے کا مشورہ دیکر جولیا کی طرف روانہ ہو گیا۔ رات کے ساڑھے گیارہ بجے تھے۔ سائیکل اس نے ہوٹل کے گراج میں چھوڑی اور وہاں سے ٹیکسی پر جولیا کی اقامت گاہ تک پہنچا۔

کمپاؤنڈ کا پھاٹک اندر سے بند نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن برآمدے کی روشنی بجھائی جا چکی تھی۔ البتہ کچھ کھڑکیاں روشن نظر آ رہی تھیں۔

وہ برآمدے میں پہنچا اور سوچنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔۔۔۔۔ پھاٹک کو اندر سے بند کئے بغیر برآمدے کی روشنی بجھا دینا اس کی ہدایت کے مطابق نہیں تھا تو پھر کیا ہوئی گڑبڑ ہوئی ہے۔۔۔۔ اس نے صدر دروازے کا ہینڈل گھمایا۔ دروازہ کھل گیا۔ جسے اس نے بہ آہستگی سے بند کر دیا۔ دل کھوپڑی میں دھڑکنے لگا تھا۔ ضرور کوئی بات ہوئی ہے۔ اگر پھاٹک بند کرنا سہواً رہ گیا تھا۔ تو برآمدے کی بتی بجھ جانے کے بعد صدر دروازے کا مقفل کر دیا جانا ضروری تھا۔ جولیا سے ایسی فروگزاشت کا امکان نہیں تھا۔

وہ چپ چاپ برآمدے سے اتر آیا۔ اور دیوار سے لگا لگا عمارت کے دائیں بازو کی طرف بڑھنے لگا۔

پھر ذرا ہی سی دیر میں وہ پائپ کے سہارے دیوار پر چڑھ رہا تھا۔ چھت پر پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔۔۔۔۔

اس عمارت میں راہداریوں کی چھتیں نیچی تھیں اور کمروں کی چھتیں ان سے قریباً ساڑھے تین یا چار فٹ اونچی تھیں۔ اور اسی اونچائی کے درمیان وینٹی لیٹرز لگائے گئے تھے۔ کوئی کمرہ

ایئر کنڈیشنڈ نہیں تھا۔

وینٹی لیٹرز کے ذریعے ایک ایک کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ ایک کمرے کے فرش پر ٹل فی اوندھا پڑا نظر آیا۔ س کی قمیص کا کالر خون میں ڈوبا ہوا تھا۔

عمران نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔ شکاری کتوں والی حس بیدار ہو چکی تھی۔ بغلی ہولسٹر ریوالور نکالا کر چیمبرز چیک کئے اور دوسرے وینٹی لیٹر کی طرف بڑھنے لگا۔

اس کمرے کا منظر غیر متوقع نہیں تھا۔ یہاں کئی افراد کے ساتھ ایک بہت بڑا کتا بھی موجود تھا۔ خاور، چوہان، جولیا اور غزالہ کرسیوں پر بندے ہوئے بیٹھے تھے۔۔۔۔۔

پانچ آدمی ان کے سروں پر مسلط نظر آئے۔ ان میں سے ایک سر تا پا سیاہ پوش تھا۔

عمران کی تمام تر توجہ کتے کی طرف تھی۔ ان کے ساتھ یہی ایک کتا تھا۔ اگر ایک آدھ باہر بھی چھوڑ دیا گیا ہوتا۔ تو عمران چھت تک نہ پہنچ سکتا۔ عمران نے ریوالور سیدھا کیا۔ اور ونٹی لیٹر کو کسی قدر اٹھا کر پے درپے دو فائر کتے پر کر دیئے۔۔۔۔ وہ بہت زور سے گرجا تھا اور فرش پر قلابازیاں کھانے لگا تھا۔

زینوں کی طرف نقاب پوش دہاڑا۔

عمران نے اس کی آواز ہی سنی تھی۔۔۔۔ یہ نہیں دیکھا تھا کہ اس کا ردعمل کیا ہوا تھا۔ بڑی پھرتی سے زینوں کی جانب لپکا۔۔۔۔۔ اور قبل اس کے کہ وہ لوگ اوپر پہنچتے۔ زینوں کے بائیں جانب سینے کے بل لیٹ گیا۔۔۔۔۔۔ لیکن زینوں پر قدموں کی چاپ نہ سنائی دی۔

شاید وہ اسے دبوچ دینے کی کوشش۔۔۔۔ کر رہے تھے۔ بوڑھے نے محض اسے سنانے کے لیے زینوں کی طرف کی ہانک لگائی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ہوسکتا ہے وہ بھی اسی طرح اوپر پہنچنے کی کوشش کریں۔ جیسے وہ خود پہنچا تھا۔ وہ لیٹے ہی لیٹے سینے کے بل کھسکتا ہوا اس جگہ تک پہنچا جہاں پائپ کا اختتام ہوا تھا۔ انداز غلط نہ نکلا ذرا سی بھی دیر ہوئی ہوتی۔۔۔۔ تو دشواری میں پڑ جاتا۔۔۔۔۔۔ کیونکہ اس جگہ پہنچتے ہی دوسری جانب کسی کا سر ابھرا تھا۔ عمران نے پوری قوت سے ریوالور کا دستہ اس کی کنپٹی پر رسید کر دیا۔

دوسرے ہی لمحے میں کسی کے بلندی سے گرنے کی آواز آئی تھی۔ پھر اس نے ایک چیخ بھی سنی۔ پھر معلوم ہوا جیسے نیچے بھگدڑ پڑ گئی ہو۔ اس نے سر ابھار کر نیچے دیکھا اور ایک بھاگتے ہوئے سائے پر فائر کر دیا۔ دوسری چیخ سناٹے میں گونجی اور پھر سکوت چھا گیا۔ گویا اس نے دو آدمیوں کو ناکارہ کر دیا تھا۔ اب وہ دوبارہ زینوں کی طرف پلٹا۔ یہاں بالکل سناٹا تھا۔ اور زینے تاریک پڑے تھے۔ آس پاس نقل وحرکت کی کوئی علامت محسوس نہ ہوئی۔ بہت احتیاط سے زینے طے کرتا ہوا نیچے اترنے لگا۔

یہ راہداری بھی تاریک پڑی تھی۔ ایک جگہ دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔۔۔۔ سن گن لیے بغیر آگے بڑھنا خطرناک ہوتا۔ کچھ ہی دیر پہلے اگر ذرا سا بھی چوکا ہوتا تو مار کھا گیا تھا۔ سیاہ پوش بے حد چالاک آدمی ثابت ہوا تھا۔ عمران نے اس کی آواز بھی پہچان لی تھی۔ سگ پرست کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوسکتا تھا۔

کیا وہ تینوں فرار ہو گئے؟۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ اس کمرے کے برابر والے کمرے میں پہنچنا چاہتا تھا۔ جہاں اس کے ساتھی بندھے ہوئے تھے۔ اوپر ہی سے اندازہ لگایا تھا کہ برابر والے کمرے میں اندھیرا ہے اور اس کا ایک دروازہ بھی دوسرے کمرے میں کھلتا تھا۔

وہ بہ آسانی اس تاریک کمرے میں داخل ہوا۔ اور سامنے والے دراز کی طرف بڑھنے لگا۔ ایک باریک سی جھری دروازے میں روشن نظر آ رہی تھی لیکن اس گھپ اندھیرے کمرے کی فضا اس حد تک اثر انداز نہیں ہو سکتی کہ کوئی اسے راہداری سے دیکھ لیتا۔

دفعتا کمرے میں روشنی پھیل گئی۔ اور عمران جس پوزیشن میں تھا۔ اسی میں رہ گیا۔

ریوالور زمین پر ڈال دو۔ عقب سے آواز آئی

عمران نے خاموشی سے ریوالور فرش پر ڈال دیا۔ اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے کھڑا رہا۔

اب ادھر مڑو۔ کہا گیا اور عمران نے اس بار بھی بے چون و چرا تعمیل کی۔ سیاہ پوش سوئچ بورڈ کے قریب کھڑا نظر آیا۔ اور اس کے ریوالور کی نال عمران کے سینے کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔

سیاہ پوش نے اونچی آواز میں کہا۔ اب تم لوگ بھی اندر آ جاو۔

دونوں مسلح اندر آئے۔ اور ایک نے جھپٹ کر عمران کا ریوالور اٹھا لیا۔ ان میں سے ایک کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔

سور کے بچے تو نے میرے بھائی کو مار ڈالا۔۔۔۔۔۔ وہ اس کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

خاموش رہو۔ اور پیچھے ہٹ جاو۔ سیاہ پوش نے سخت لہجے میں کہا۔

اور وہ اسے گھورتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

یہ دروازہ کھول کر اسے بھی وہیں لے چلو۔ سیاہ پوش نے دوسرے آدمی سے کہا۔

لل۔۔۔۔ لیکن میں نے کسے مار ڈالا۔ میں تو ابھی آیا ہوں؟۔ عمران بولا۔

چلو۔ وہ ریوالور کو جنبش دیکر دھاڑا۔

پھر عمران خود بھی وہیں لایا گیا تھا۔ جہاں اس کے ساتھی بحال تباہ بیٹھے ہوئے تھے۔

یہ کون ہے؟۔ سیاہ پوش نے جولیا سے پوچھا۔

میں نہیں جانتی۔

واہ۔۔۔۔ عمران خوش ہو کر بولا۔ تو یہ لوگ بھی یہاں چوری کرنے آئے تھے اور مجھ سے پہلے ہی دھر لئے گئے۔

بکواس مت کرو۔ سیاہ پوش بولا۔ تم عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتے۔ پلاسٹک میک اپ کی خاصی مہارت بہم پہنچالی ہے۔

ہاں۔ میں عمران ہوں۔ دفعتا اس کا لہجہ بدل گیا۔ بالکل ایسا ہی لگا جیسے کوئی خونخوار کتا غرایا ہو۔

بہت خوب۔ کچھ نقصان ضرور ہوا مگر تم ہاتھ آ ہی گئے۔

اور میں نے خوشبو کا معمہ حل کر لیا۔ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔ تمہارے ایران والے

ایجنٹ بہت مضطرب تھے۔ اورانہوں نے ہانگ کانگ والی تنظیم سے مدد طلب کی تھی۔

پتہ نہیں کیا بکواس کر رہے ہو؟۔ وہ مضحکہ اڑانے والے انداز میں بولا۔ وہ لڑکی بانو۔۔۔۔ کچھ بھی نہیں جانتی۔۔۔۔ پتہ نہیں تم نے اس کی کس بات سے کیا نتیجہ اخذ کیا ہے۔

تم بھی تو اپنے طور پر نتیجے اخذ کرتے رہے ہو۔ اور وہ درست ثابت ہوتے رہے ہیں۔ جیسے ہی تمہارے ایران والے ایجنٹ نے تمہیں مطلع کیا کہ ہمارے کسی آدمی کے مشورے پر وہاں کی پولیس نے بے ہوش کردینے والی خوشبو کا ذکر عام نہیں ہونے دیا۔ تمہارا خیال ہمارے ہی محکمے کی طرف گیا تھا۔

اچھا تو پھر؟۔

پھر کیا۔۔۔۔۔۔ تم نے اپنی چرس کے ایسے مہکتے محافظ تیار کر لیے ہیں کہ ان کی طرف کسی کا دھیان بھی نہیں جا سکتا۔

شاید تم نشے میں ہو؟۔

سرحد پر تمہاری جو گاڑی روکی گئی تھی اس میں ایک کتا بھی تھا۔ جیسے ہی ایرانی سرحد کے محافظوں نے پوچھ گچھ شروع کی۔ تمہارے ایک آدمی نے کتے پر پانی انڈیل دیا تھا۔ کیونکہ اس کے جسم سے اس وقت تک خوشبو نہ نکلتی جب تک کہ اسے بھگو نہ دیا جاتا۔ اس قسم کے کچھ کتے تم نے باقاعدہ طور پر ایکسپورٹ بھی کئے ہیں۔ میں ہانک کانگ کھیپ کے بارے میں جانتا ہوں۔۔۔۔ بہر حال اس خوشبو کی بنا پر ایرانی سرحدی محافظ بے ہوش ہو گئے تھے۔ اور تمہارے آدمی گاڑی صاف نکال لے گئے تھے۔

کتنی مضحکہ خیز بات ہے۔ سیاہ پوش ہنس کر بولا۔ میرے آدمی کیوں نہ بے ہوش ہوئے۔ کیا انھوں نے گیس ماسک لگا رکھے تھے۔۔۔۔ تم نے اپنے انفارمر سے یہ نہیں معلوم کیا؟۔

اس قسم کی معمولی ٹوٹکے میرے جیب میں پڑے رہتے ہیں۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم مجھ پر بھی وہی خوشبو آزماؤ گے تو ہرگز اس میں کامیاب نہ ہو سکتے۔ اور میں گیس ماسک بھی استعمال نہ کرتا۔

پھر کیا کرتے؟۔

اسفنج کی دو گولیاں دونوں نتھنوں میں رکھ لیتا۔ کیا اب ان ادویات کا نام لینا بھی ضروری ہے جن کے محلول میں وہ گولیاں تر کر کے خشک کر لی جاتی ہیں۔ بہت پرانا نسخہ ہے مائی ڈیئر سگ پرست۔ افریقہ کے ان دلدلی علاقوں میں جہاں دلدل سے گیس خارج ہوتی رہتی ہے۔ زمانہ قدیم سے اس کا استعمال ہوتا آیا ہے۔

سیاہ پوش کھنکار کر رہ گیا۔ خاور اور صفدر عمران کو اس طرح گھورے جا رہے تھے جیسے اس سے کوئی بڑی حماقت سرزد ہو رہی ہے۔

تم واقعی احمق ہو۔ سیاہ پوش بولا۔ اب یہ بھی بتا دو کہ تمہارا چیف کون ہے؟۔

اور اسکے بعد تم ہمارا خاتمہ کر دو۔ عمران نے کہا اور جولیا سے انگلش میں بولا۔ کیوں چیف۔ آخر آج گردن کٹوا ہی دی نا۔

کیا بک رہے ہو؟۔ وہ بوکھلا کر بولی۔

یہ چیف ہے؟۔ سیاہ پوش نے حیرت سے کہا۔

عورت کے میک اپ میں۔ عمران سر ہلا کر بولا۔ ورنہ اصل نام بن خان رامپوری ہے۔

دفعتاً پولیس کی گاڑیوں کے سائرن سنائی دیئے تھے۔ شاید فائروں کی آوازوں نے بستی کے لوگوں کو اس طرف متوجہ کیا تھا۔ اورانہوں نے پولیس کو مطلع کر دیا تھا۔

اوہ۔ سیاہ پوش چونک کر اپنے آدمیوں سے بولا۔ ہولسٹر اتار کر رکھ دو اور باہر پھاٹک پر جاو۔۔۔۔ اگر وہ ادھر پوچھ گچھ کے لیے آئیں تو کہہ دینا کہ تم بھی فائروں کی آوازوں پر باہر نکل آئے تھے۔۔۔۔۔۔۔ یہ نہ ظاہر ہونے پائے کہ تم یہاں نہیں رہتے۔

وہ دونوں چلے گئے۔ عمران نے مسکرا کر جولی کو آنکھ ماری۔۔۔ اور اس نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

اتنے میں سیاہ پوش نے اپنے دوسرے ہولسٹر سے سائیلنسر لگا ہوا پستول نکالا۔ اور ریوالور کو اس ہولسٹر میں رکھتا ہوا بولا۔ اب تم ادھر سے ہٹ کر اس دروازے کے قریب آ جاو۔

بہت بہتر جناب عالی۔۔۔۔ آج سے تو آپ کا بندہ بے دام ہوا۔۔۔۔۔ واقعی آپ بہت پہنچے ہوئے ہیں۔ روحانی قوتوں کا یہ عالم ہے میرے چیف کا پتہ معلوم کرنے کے لیے اتنے پاپڑ بیل ڈالے۔

عمران مسکراتا ہوا بتائی ہوئی جگہ پر پہنچا تھا۔ سیاہ پوش پستول سے اس کے دل کا نشانہ لیتا

ہوا بولا۔ اب میں ایک سے دس تک گنوں گا اگر اس دوران میں تم نے اپنے چیف کا صحیح نام اور پتہ نہ بتایا تو فائر کر دوں گا؟۔

میرے بیان کی تصدیق کر لینے سے پہلے فار کرو گے یا بعد میں؟۔

تم اسے گولی مار دو۔ دفعتاً خاور بولا۔ نام اور پتہ میں بتا دوں گا۔

کیا؟۔ سیاہ پوش نے غیر ارادی طور پر سر گھمایا ہی تھا کہ عمران نے اچھل کر اس کے پستول والے ہاتھ پر ٹھوکر رسید کر دی۔ پستول اچھل کر جولیا کے پیچھے جا گرا۔ پھر عمران کہا مہلت دینے والا تھا۔ قبل اس کے کہ وہ ہولسٹر سے ریوالور نکالتا۔ اس پر ٹوٹ پڑا۔

اوہ۔۔۔ بلٹ پروف پہن رکھے ہیں میرے یار نے۔۔۔۔۔۔۔ وہ ہنسکر بولا تھا۔

لیکن سیاہ پوش نے اسے اچھال پھینکا۔۔۔۔۔ دروازے کے قریب جا پڑا تھا۔۔۔۔ اور اس بار اسے ریوالور نکالنے کا موقع مل گیا۔ اور پھر شاید وہ یہ بھی بھول گیا کہ آس پاس ہی پولیس موجود ہیں۔ فائر جھونکنے شروع کر دیئے۔ غزالہ بری طرح چیخ رہی تھی۔۔۔۔ اور عمران سنگ آرٹ کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ اور اس وقت اسے سچ مچ تلوار کی دھار ہی پر چلنا پڑا تھا۔ تھوڑی سی جگہ میں چھل کود مچائی تھی۔ خدشہ تھا کہ دائرہ عمل وسیع کرنے میں کہیں کوئی گولی ان پر بھی نہ جا پڑے جو کرسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ اس وقت حقیقتاً اس نے اپنی زندگی داو پر لگا دی تھی۔ ریوالور خالی ہو گیا۔۔۔۔ اور ساتھ ہی کئی پولیس والے بھی کمرے میں در آئے۔

ریوالورز مین پر ڈال دو۔ پولیس انسپکٹر نے اپنا سروس ریوالور تان کر کہا۔

ویسے بھی اب ریوالور میں کیا رہا تھا۔ عمران فرش پر لمبا لمبا لیٹ گیا۔۔۔۔ سیاہ پوش پولیس کی گرفت میں آ چکا تھا۔

پھر انسپکٹر عمران کی طرف متوجہ ہو گیا، جھک کر شاید دیکھنے لگا تھا کہ زندہ ہے یا مر گیا۔

سب خیریت ہے۔ عمران آہستہ سے بولا۔ فون دوسرے کمرے میں ہے۔ ایس۔ پی سٹی کو مطلع کر دو کہ محکمہ خارجہ کے جس کیس کے بارے میں اسے ہدایات ملی ہیں اس کے لیے سیدھا یہاں چلا آئے۔ یہ سیاہ پوش یہاں کی ایک اہم شخصیت بابا سگ پرست ہے۔

اوہ۔ وہ سیدھا کھڑا ہو کر سیاہ پوش کو گھورنے لگا۔

جاو۔۔۔۔ جلدی کرو۔ عمران اٹھتا ہوا بولا۔۔۔۔ سیاہ پوش سر جھکائے خاموش کھڑا تھا۔۔۔۔ عمران اپنے ساتھیوں کو کھولنے لگا۔ غزالہ اب بھی روئے جا رہی تھی۔ انسپکٹر فون کرنے کے لیے بتائے ہوئے کمرے میں چلا گیا تھا۔

تت۔۔۔۔ تم۔۔۔۔ زخمی تو نہیں ہوئے؟۔ جولیا ہکلائی۔

اس سے زیادہ پہنچا ہوا ہوں۔۔۔۔۔ عمران سگ پرست کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔۔۔۔۔ اور غزالہ سے کہا۔۔۔۔۔ وہ مردود جو تمہارے باپ کا قاتل تھا جہنم رسید ہونے جا رہا ہے۔ اب آنسو پونچھ ڈالو۔

لیکن وہ۔۔۔۔ برابر سسکیاں لیتی رہی۔۔۔۔۔۔

تین بج رہے تھے جب بابا سگ پرست کی اقامت گاہ پر چھاپا پڑا۔ اس وقت عمارت میں قریبا درجن بھر افراد موجود تھے۔ عمران اس زہریلی عورت کی تلاش میں تھا جس کا ذکر لٹل فی نے کیا تھا۔۔۔۔ وہ اپنی خواب گاہ میں سو رہی تھی۔ جگائی گئی۔۔۔۔ لیکن جیسے ہی اسے اس سچویشن کا علم ہوا۔ اس کی آنکھیں پہلے سے بھی ویران نظر آنے لگیں۔ لیکن وہ ہنس رہی تھی۔ عجیب سی لگ رہی تھی وہ ہنسی۔ ان ویران آنکھوں کے تلے۔۔۔۔۔ دفعتا اس نے تکیے کے نیچے سے ریوالور نکال لیا۔ اور اسے پولیس والوں کی طرف اٹھاتی ہوئی بولی۔ اپنے ہاتھ اٹھاو۔۔۔۔۔۔ کیونکہ تم لوگوں کی وجہ سے مجھے آسمان سے زمین پر آنا پڑا ہے۔ اب میرے لیے زہر کون مہیا کرے گا؟۔

ان کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ ان میں عمران بھی شامل تھا۔

پھر اچانک اس نے ریوالور کی نال اپنی کنپٹی پر رکھ کر ٹریگر دبا دیا۔ آن واحد میں بستر پر ڈھیر ہو گئی تھی۔۔۔۔۔

اور یہ اتنی سرعت سے ہوا تھا کہ کوئی کچھ نہ کر سکا۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تمام شد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔